ڈیٹن (امریکہ) میں ۱۹۷۶ء کے دورہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ایک ملاقات کا منظر

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مسجد فضل عمر ڈیٹن میں مکرم سید عبدالرحمٰن صاحب آف کلیولینڈ سے مصافحہ فرما رہے ہیں
درمیان میں برادر جمیل احمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کلیولینڈ دیگر احباب کے ساتھ کھڑے ہیں۔ حضور کے پیچھے برادر
عمر فاروق آف ڈیٹن اور بائیں طرف محترم مولوی محمد صدیق شاہد صاحب مشنری انچارج امریکہ کھڑے ہیں۔

شہادت ۱۳۵۷ ہش
اپریل ۱۹۷۸ء

(ایڈیٹر)
حافظ مظفر احمد

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

خالد

ماہنامہ — ربوہ

جلد ۲۵ : نمبر ۶

شہادت ۱۳۵۷ ہش
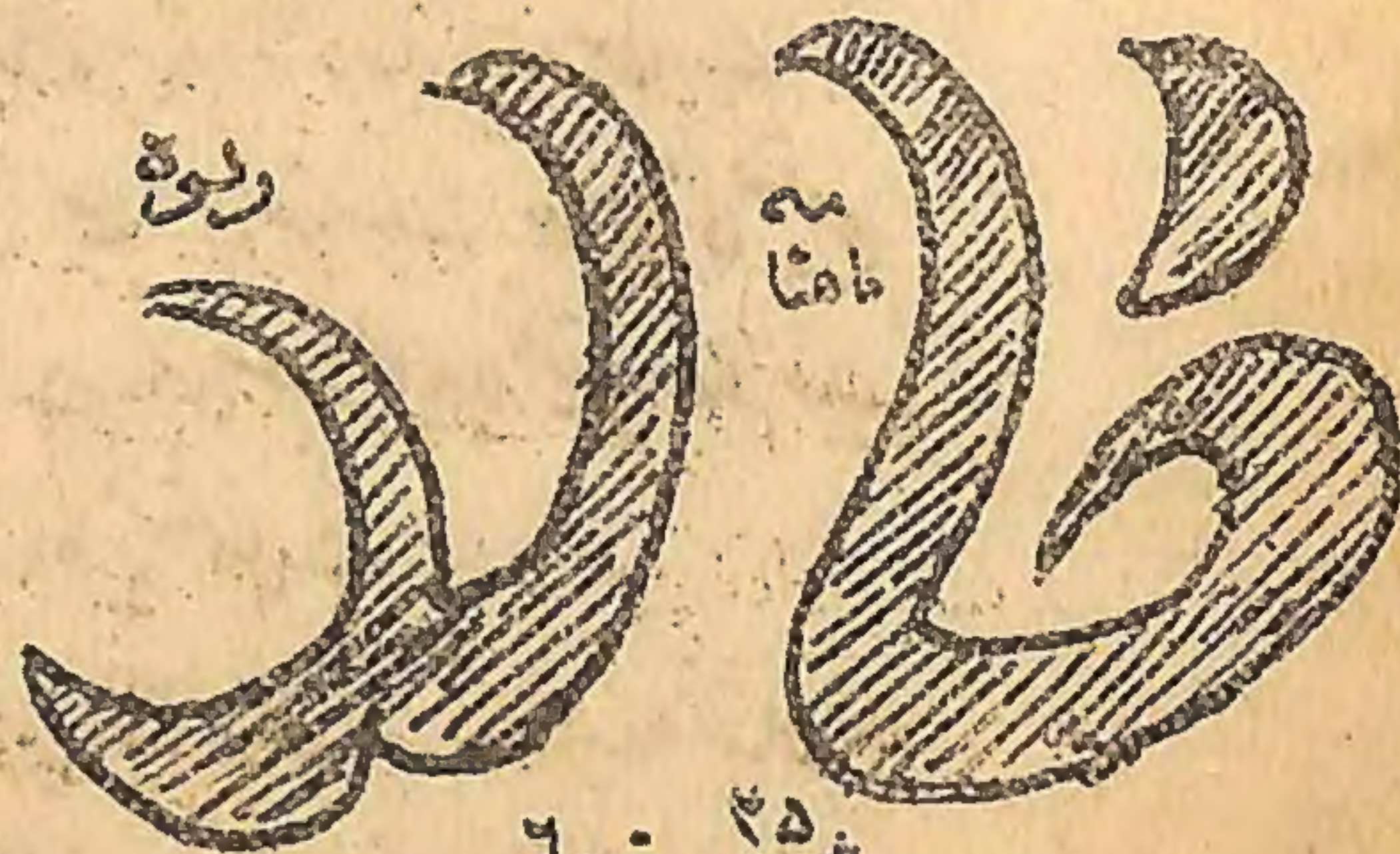
اپریل ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر

حافظ مظفر احمد

ناشرین

• بشارت احمد محمود • ملک خالد محمود

• محمد الیاس منیر • سید حسین احمد

• پبلشر: محمد شفیق قیصر • پرنٹر: سید عبد الحی • مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ • مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی - ربوہ

- اس شمارہ سے درس القرآن کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے جس میں ایک ہی موضوع پر قرآنی آیات، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پیش کئے جائیں گے اس مفید اور بابرکت سلسلہ کی ابتداء "دعا" سے ہوتی ہے۔
- جون ۱۹۷۸ء میں لندن میں وفات مسیح کی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ اس مناسبت سے مسیح کی صلیبی موت سے نجات اور آپ کے سفر کشمیر سے متعلق مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ کا پہلا تحقیقی مقالہ "صلیب سے کشمیر تک" جناب شیخ عبدالقادر محقق عیسائیت پیش کرتے ہیں۔ مقالہ دو اقساط پر مشتمل ہے۔
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں جو اس وقت تک پوری ہو چکی ہیں آپ کی صداقت کے تابندہ نشان اور آپ کے مبعوث من اللہ ہونے پر روشن دلیل ہیں ——— اس سلسلہ میں جناب بشیر احمد رفیق امام مسجد فضل لندن کا قسط وار مضمون شروع کیا جا رہا ہے۔ اس شمارہ میں معاندِ اسلام "لیکھرام" کے متعلق حضرت مہدی علیہ السلام کی پیشگوئی کے پس منظر اور پوری شان کے ساتھ اس کے پورا ہونے کا تذکرہ ہے۔
- بلا تبصرہ "شذرات" کا دلچسپ کالم بھی اس شمارہ سے شروع کیا جا رہا ہے جو جناب مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت پیش فرماتے ہیں
- جم کاربٹ کی شکاریات کا انگریزی سے سلسلہ وار دلچسپ ترجمہ جناب میجر منظور احمد (ریٹائرڈ) پیش کرتے ہیں۔ "جنگل کی کہانی" کی چوتھی قسط اس شمارہ میں دی جا رہی ہے۔
- موازنۂ مذاہب کے سلسلہ میں سکھ مذہب کے بارہ میں محقق سکھ مت جناب عباد اللہ گیانی کا معلوماتی اور تحقیقی مضمون جاری ہے۔ دوسری قسط ہدیۂ قارئین ہے۔
- ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء، قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت ہے آپ کی یاد میں جناب ملک محمد عبداللہ سابق لیکچرار تعلیم الاسلام کالج کی قلمبند کی ہوئی چند یادیں اور تاثرات پیش کئے جاتے ہیں۔
- ہر ماہ خدام کے مطالعہ کے لئے مقرر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کا تعارف کروایا جاتا ہے۔ اس ماہ کتابچہ "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟" کا تعارف ہدیۂ قارئین ہے۔
- جناب حسن محمد خان عارف اس شمارہ میں "کینیڈا کی سیر" کی آخری قسط پیش کرکے اس طویل سفرنامہ کو ختم کر رہے ہیں۔

خدا حافظ!

○

دُعا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

(۱) "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔" (المؤمن: ۶۱)

اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو! میں تمہاری پکار سنوں گا۔

(۲) "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ ط أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ لا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝" (البقرہ: ۱۸۷)

اور (اے رسولؐ) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو (تو جواب دے کہ) میں (ان کے پاس ہی) ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں سو چاہیئے کہ وہ (دعا کرنے والے بھی) میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

(۳) "أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ط ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝" (النمل: ۶۳)

(نیز بتاؤ تو) کون کسی بے کس کی دعا سنتا ہے۔ جب وہ اس (خدا) سے دعا کرتا ہے اور (اس کی) تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو (ایک دن) ساری زمین کا وارث بنا دیگا۔ کیا (اس قادر مطلق) اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تم بالکل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:—

"لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ۔ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ أَرَ يُسْتَجَبْ لِيْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ" (مسلم بحوالہ ریاض الصالحین)

بندے کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے (اور جلدی

نہ کرے۔ عرض کی گیا اے اللہ کے رسول! جلدی (سے) کیا (مراد) ہے؟ فرمایا (بندہ) کہتا ہے میں نے دعا کی۔ اور (بہت) دعا کی لیکن مجھے وہ قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ پس اس وقت وہ تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور دعا کرنی چھوڑ دیتا ہے۔

نیز حدیث شریف میں ہے:———

"عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ؟ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔" (ترمذی بحوالہ ریاض الصالحین)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی۔ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ فرمایا رات کے آخری حصہ اور فرض نمازوں کے بعد (کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں)

حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں:———

"یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے وہ موت ہے۔ پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے۔ پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر اس سے آخر تریاق بن جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں۔ تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جب کہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کیلئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کیلئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائیگا وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں۔ نہایت کریم و رحیم۔ حیا والا، صادق۔ وفادار۔ عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ تم پر رحم فرمائے گا۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۶)

تحقیقی مقالہ

صلیب سے کشمیر تک

جناب شیخ عبدالقادر محقق۔ لاہور

انیسویں صدی کے آخری عشرہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہؑ نے یہ عظیم الشان انکشاف دنیا کے سامنے پیش کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ صلیبی موت سے بچا لئے گئے۔ وہ کنعان سے ہجرت کر گئے اور ہندوستان میں آگئے کیونکہ شمالی مغربی ہندوستان میں بنی اسرائیل کے اسباط اور اولاد بسے ہوئے تھے۔ حضرت مسیحؑ نے اپنا مشن یہ بیان کیا کہ میں بنی اسرائیل کی "کھوئی ہوئی بھیڑوں" کے لئے مبعوث ہوا ہوں پس جہاں بنی اسرائیل بسے ہوں وہاں "رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ" ہوگا۔ اس لئے یہ کہنا ایک عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنا مشن ادھورا چھوڑ کر خود آسمان پر جا بیٹھے۔ اپنی عربی تصنیف میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے یہ سوال اٹھایا ہے:۔

"أكان في السماء قبيلة
من بني اسرائيل قد ذهب
اليهم لاتمام الحجّة
وان لم يكن الامر كذالك
فأيّ ضرورة نقل اقدامه
الى السّماء"

(الہدیٰ۔ ص ۱۱۳)

کیا آسمان میں بنی اسرائیل کا کوئی قبیلہ آباد ہے کہ ان کی طرف اتمام حجت کے لئے آپ کو جانا پڑا۔ اگر ایسی کوئی بات نہیں تو زمین پر اپنا مشن چھوڑ کر آسمان پر جانے کی بھلا ضرورت ہی کیا تھی؟

آپؑ نے یہ بھی ثابت فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام سری نگر کشمیر میں فوت ہوئے۔ جبرائیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آخری انکشافات کئے۔ ان میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کی عمر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نصف ہوگی۔ سید الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم ۶۲ ½ سال کی عمر پا کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے
اس حساب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
عمر ۱۲۰ سال ہونی چاہیئے۔ کتاب "مسیح ہندوستان
میں" میں جو تحقیق پیش کی گئی ہے اس پر ایک اہم
سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام
نے اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ ہندوستان کے شمال
مغرب میں بسر کیا تو یہاں کے عبرانی نسل کے عیسائی
کیا ہوئے؟ ان کی انجیل کہاں گئی؟ کشمیر میں ان کی
انجیل کیوں نہیں ملتی؟ سارا عیسائی لٹریچر کیسے
غائب ہو گیا؟

اس سوال کا پہلا جواب تو تاریخ کلیسیا سے
مل جاتا ہے۔ قرون اولیٰ میں ہندوستان میں عیسائی
موجود تھے۔ یہاں کے عبرانی نسل کے عیسائیوں کے
پاس عبرانی زبان اور حروف میں انجیل موجود تھی۔
اس کا ایک نسخہ سکندریہ میں لایا گیا لیکن وہاں
چرچ نے اسے ایسا غائب کیا کہ آج تک کسی نے
اس کی صورت نہیں دیکھی۔ یہ ایک دلچسپ داستان
ہے۔ دوسری صدی میں سکندریہ میں عبرانی فلاسفر
"پین ٹے نس" (PANTAENUS) نامی
تھا۔ وہ عیسائیت کا اتنا بڑا عالم تھا کہ کلیمنٹ
(CLEMENT) جیسے لوگ اس کے شاگرد تھے۔
اس کے علم و فضل کی نسبت اس کا شاگرد لکھتا ہے۔

"میں اس کے علم و فضل کی شہرت
سن کر مصر آیا اور اس کے ذریعہ
میری روح نے آرام حاصل کیا۔ وہ
شہد کی مکھی کی طرح تھا جس نے
نبیوں اور رسولوں کے مرغزاروں
کے پھولوں سے علم اکٹھا کیا تھا۔
اس کو اپنے سامعین کے دلوں میں
علم و تحقیق کی غیر فانی خواہش
پیدا کرنے میں کمال حاصل تھا۔"

دوسری صدی کے آخر میں ہندوستان کے
عبرانی نسل کے عیسائیوں نے اس خواہش کا اظہار کیا
کہ پین ٹے نس کو دورۂ ہند پر بھیجا جائے۔ دوسری
صدی کے وسط میں وہ ہندوستان کے لیے روانہ
ہوا۔ اپنے بھائیوں کو مل کر اسے بے پناہ مسرت
ہوئی لیکن اس کی خوشی کو چار چاند لگ گئے جب
اس نے دیکھا کہ ہند میں عبرانی زبان اور حروف میں
انجیل موجود ہے جبکہ مغرب میں صرف یونانی انجیل
ہے عبرانی ناپید ہے۔ وہ واپسی پر عبرانی انجیل کا
ایک نسخہ سکندریہ میں لے آیا۔ لیکن چرچ نے نہ
صرف اس انجیل کو کبھی ابھرنے نہیں دیا۔ بلکہ
"پین ٹے نس" کی تصانیف کو بھی دنیا کے سامنے
نہیں آنے دیا۔ ایک ہمہ گیر سازش تھی جس کے
باعث ہندوستان کے عبرانی عیسائی دنیا کی نظروں
سے اوجھل ہو گئے۔ پادری کینن برکت اللہ صاحب
ایم اے اپنی کتاب تاریخ کلیسیائے ہندوستان
حصہ دوم میں لکھتے ہیں:۔

"۔۔۔۔ سوال یہ ہے کہ پین ٹے نس
کو جو عبرانی (آرامی) انجیل ملی۔

اس کا متن موجودہ انجیل متی کے
مطابق تھا یا مختلف ؟"
جواب میں لکھتے ہیں:-
"آفاتِ زمانہ کے ہاتھوں اس علاقہ
زبان کی کوئی کتاب نہیں بچی۔ ممکن
ہے کہ محکمۂ آثار قدیمہ زمانہ مستقبل
میں مصر کے ریگستان میں سے اس کی
کوئی تصنیف کھود نکالے۔ اور ہم
کو ان سوالوں کے جواب مل جاویں"
(تاریخ کلیسائے ہندوستان حصہ دوم صـ۲۱)

ہند میں عبرانی انجیل کے انکشاف کی خبر یہ
ہند کے عیسائیوں کے لئے ایک خوشخبری تھی۔ چرچ
کو فکر دامنگیر تھی۔ چنانچہ چوتھی صدی کے آیا نہ
کلیسیا نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہندوستان میں
حضرت مسیح کے حواری برتلمائی، متی کی آرامی انجیل
چھوڑ آئے تھے۔ وہی پین ٹے نس کو ملی تھی۔
مؤرخ کلیسیا یوسی بیوس (۲۶۵-۳۴۰ء)
نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔ جیروم (۳۴۰-۴۲۰ء)
نے اس امکان کو یقینی بنا دیا۔ حالانکہ اصل عبرانی
انجیل ہند میں ملی تھی۔ جس کا نسخہ پین ٹے نس اپنے
ہمراہ لے آیا۔ اگر یہ متی کی انجیل تھی تو اسے چھپانے
کا فائدہ؟ پین ٹے نس کی تصانیف پر قدغن کا حاصل؟
مشہور مؤرخ ٹائن بی نے ایک مصور کتاب "The
crucible of christianity."
ایڈٹ (edit) کی ہے اس میں ایک سکالر کا
مقالہ ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

"عیسائیت ایڈیسہ سے نکل کر (اس
کے شمال مشرق میں) اڈیابینی میں
پہنچی۔ کیونکہ وہاں ایک اہم یہودی
قبیلہ بسا ہوا تھا۔ یہاں سے
عیسائیت بہت جلد ہندوستان
پہنچ گئی۔ دوسری صدی کے نصف
میں ایک عالم پین ٹے نس کہتا ہے
کہ میں جب ہندوستان گیا تو وہاں
میں نے عبرانی انجیل پائی۔" (صـ۲۷۷)

ظاہر ہے کہ یہ محض عبرانی انجیل تھی۔ نہ کہ متی
کی مرتبہ عبرانی انجیل۔ یوسی بیوس نے کسی ذاتی تحقیق
کے مطابق برتلمائی کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ محض سنی
سنائی بات لکھ دی۔ چنانچہ یوسی بیوس لکھتا ہے:-
"لوگ کہتے ہیں کہ جب پین ٹے نس
ہندوستان گیا تو وہاں اس کو ایسے
لوگ ملے جن میں رسول برتلمائی نے
منادی کی تھی اور یہ رسول ان لوگوں
کے لئے انجیل متی کا ایک نسخہ عبرانی
زبان میں چھوڑ گئے تھے۔ جو اس
وقت تک ان کے پاس محفوظ تھا۔"

گویا یہ محض گفتنی ہے۔ اصل روایت صرف یہ ہے۔
کہ پین ٹے نس انجیل کی بشارت لے کر مشرق کی اقوام
کے پاس گیا یہاں تک کہ وہ ہند میں آیا جہاں اس
نے عبرانی انجیل پائی۔ برتلمائی والی کہانی کو جیروم نے

نے یقینی بنا دیا اور کہا کہ یہ تھی ہی برتلمائی والی متی کی انجیل۔ بعد میں ثابت ہوا کہ حضرت مسیحؑ کے حواری برتلمائی عرب و حجاز میں گئے تھے۔ ہندوستان میں تو وہ سرے سے گئے ہی نہیں۔ رسول ہند صرف "توما ہے۔ (تاریخ کلیسیائے ہندوستان حصہ سوم از پادری برکت اللہ ایم اے)

منگانا نے بھی لکھا ہے کہ برتلمائی ہندوستان پہنچ گئے۔ ("Early spread of christianity in India": by A. Mingana. P-17.)

گویا ایک جھوٹی روایت کے سہارے کوشش یہ کی گئی کہ انجیل مغرب سے مشرق میں گئی ہے۔ ورنہ مغرب میں انجیل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عصر حاضر کے علماء اس تعصب کو بھانپ گئے ہیں اس لئے صرف اتنی بات وہ درست سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں "عبرانی انجیل" موجود تھی اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان کا وہ کون سا حصہ تھا جس میں پینٹےنس وارد ہوئے؟ ایل ڈبلیو براؤن اپنی کتاب "The Indian christian of St. Thomas" میں لکھتے ہیں کہ:

"ہندوستان کے شمال مغرب میں
بنی اسرائیل کے بعض قبائل بسے
ہوئے تھے ان کی کشش عیسائی
مبشرین کو یہاں کھینچ لائی۔ مثلاً
جیسے توما حواری ٹیکسلا میں آئے۔" (ص ۴۹)

ظاہر ہے کہ پینٹےنس کو بھی یہی کشش یہاں لائی۔ بلکہ ہند کے عبرانی النسل کے عیسائیوں نے انہیں خود بلایا کیونکہ یہ سکندریہ کے عالم خود بھی عبرانی تھے۔ (تاریخ کلیسیائے ہندوستان از پادری برکت اللہ ایم اے جلد دوم باب اول میں تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

قارئین حیران ہوں گے کہ پینٹےنس، کلیمنٹ (Clement) اور اوریجن (Origin) جیسے مسلم الثبوت استادوں کا استاد تھا۔ وہ عبرانی نسل کا تھا۔ چونکہ اس پر ہندوستان جانے کے بعد حقیقت صلیب منکشف ہوگئی تھی اس لئے اس کی تصانیف کی ایک سطر بھی منظر عام پر نہیں آئی۔

جیروم کہتا ہے کہ ہندوستان سے واپسی پر پینٹےنس، انجیل کا یہ نادر نسخہ جو عبرانی زبان میں تھا۔ اپنے ہمراہ لے آیا۔

لیکن یہ کہاں گیا ؟ دورۂ ہند اور عبرانی نسخہ کی روشنی میں پینٹےنس کی لکھی ہوئی کتابیں کیا ہوئیں ؟ یہ سب امور پردۂ اخفا میں ہیں۔ لیکن اتنا تو ثابت ہے کہ دوسری صدی کے نصف میں جبکہ پینٹےنس ہندوستان گیا، ہندوستان میں عبرانی نسل کے عیسائی آباد تھے عبرانی زبان اور حروف میں انجیل موجود تھی۔

علماء مغرب نے سوال یہ کیا ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ کشمیر میں فوت ہوئے ہیں تو ان کی انجیل وہاں کیوں نہیں ملتی ؟ جناب! یہاں تو ملتی تھی۔ اٹھارہ سو سال ہوئے آپ یہاں سے لے گئے تھے اگر واپس کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی کیونکہ اہل مغرب نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلادِ شرقیہ کے لوگ فائدہ اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ اب مزید اخفاء کی ضرورت نہیں۔ "حق بحق دار رسید" کے مطابق ہماری امانت ہمیں لوٹا دیجئے!

ایران میں ساسانی سلطنت کے دور اول کے کتبات ملے ہیں یہ کتبے تیسری صدی کے آخری ربع میں لکھے گئے۔ اس عہد میں ایرانی فتوحات کا سلسلہ مغرب میں، شام تک پھیلا ہوا تھا اور مشرق میں ہندوستان تک۔ ان کتبات میں سلطنت ایران کے مذاہب کا ذکر ہے۔ یہودی۔ بدھ مت، ہندومت، ناصرا (ناصری) کرسچین، زندیق، اور متھرا ازم ——— سات مذاہب کا نام آیا ہے۔ مذہب زرتشت سرکاری مذہب تھا۔ ساسانی دور میں شام کا دارالخلافہ انطاکیہ مفتوح ہوگیا تھا۔ اور وہاں کے بہت سے معتبر عیسائی ایران میں سومنہ کے قریب لیا ویئے گئے تھے۔ ("یونانی علوم اور عرب" تصنیف ڈی۔ ایس اولیری۔ ترجمہ اردو محمد حسین خان صـ ۳۱-۳۲)

بائبل میں ہے کہ انطاکیہ میں عیسائی، کرسچین کہلائے (اعمال ۱۱/۲۶)

ظاہر ہے کہ کتبات ایران میں کرسچین مغرب کے عیسائیوں کو کہا گیا۔ "ناصرا" ——— کون سے عیسائیوں کو کہا گیا ؟ علماء کہتے ہیں کہ یہ عقدہ پورے طور پر حل نہیں ہو سکا۔ حالانکہ بات بالکل صاف ہے۔ ایران و افغانستان میں حضرت مسیح ناصری کے عیسائی ناصری کہلاتے تھے۔ آج بھی ایران و افغان سرحد پر ہرات کے علاقہ میں ان عیسائیوں کا سلسلہ موجود ہے۔ یہ مسلمان ہو گئے ہیں لیکن کہلاتے "مسلمان عیسائی" ہیں۔ ان کے پاس ایک انجیل "روایات مسیحؑ" کے نام سے موجود ہے۔ ہرات کے ان "مسلمان عیسائیوں" کا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب سے نجات پا کر بلادِ شرقیہ میں تشریف لے آئے تھے۔ ہرات میں

بھی ایک عرصہ مقیم رہے۔ وہ چونکہ کشمیر میں جا کر بس گئے اس لئے "مسیح ناصری کشمیری" کہلاتے۔ ان کے سلسلہ کا نام ناصری تھا۔ ("درویشوں کے درمیان" ایم میکا ئیل برک کے سفر نامہ میں تفصیل ملاحظہ ہو۔
("Among the Dervishes")

اس پس منظر میں آج یہ کتنی آسان بات ہے لیکن علماء ناصرا خرتی کو "چراغ رُخ زیبا" لے کر ڈھونڈھ رہے ہیں۔ اور وہ انھیں ملتا نہیں۔

ایران کے یہ ساسانی کتبات بہت بڑا ثبوت ہیں اس امر کا کہ حضرت مسیحؑ کا سلسلہ ان کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد بھی ایران و افغانستان میں موجود تھا۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ تیسری صدی میں ایرانی "رے" کو "لام" بلاتے۔ مثلاً برہمنی مذہب کو کتبات میں بلمنی (بدل م ن ی) لکھا ہے۔ نصاریٰ کے لئے "ن س ل ای" کرسچین کو یوں لکھا ہے۔ ک ل س تئ یا دان۔ "کلس تی دان"

ان کتبات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔

("The Heritage of Persia." by Richard N. FRYE. Professor of Iranian Harvard University London. 1962. P. 220, 286)

(باقی آئندہ)

○

انقلاب عظیم

"میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں۔" (حضرت مسیح موعودؑ)

(الیکچر لاہور)

○

ہادی اسلام کی سچی پیشگوئیاں
علیہ السلام

پیشگوئی لیکھرام

جناب بشیر احمد خان رفیق امام مسجد لندن

ہندوؤں کے ایک فرقہ آریہ سماج نے اسلام کی خراب حالت دیکھ کر یہ ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو ہندو بنایا جائے۔ اس غرض کے لئے ہمیشہ ان کے مذہبی لیڈر اسلام کے خلاف سخت گندہ اور فحش لٹریچر شائع کرتے رہے۔ ان لیڈروں میں سے سب سے زیادہ گندہ دہن اور اعتراض کرنے والا ایک شخص لیکھرام نامی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے ساتھ بہت دفعہ گفتگو کی اور اس کے سامنے اسلام کی صداقت پیش فرمائی مگر وہ اپنی ضد میں بڑھتا چلا گیا۔ وہ ایسے گندے اور غلط ترجمے قرآن کریم کی آیات کے شائع کرتا کہ اُن کو پڑھنا بھی ایک شریف آدمی کے لئے مشکل ہے۔ اس شخص کے نزدیک دنیا میں سب سے بُرا شخص وہ تھا جو تمام انسانی کمالات کا جامع تھا۔ اس نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور آپ کے خلاف بدگوئی اپنا شیوہ بنالی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ہنسی اور ٹھٹھا کرتا اور کہتا کہ مجھے کوئی نشان کیوں نہیں دکھاتے؟

آخر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ آپ کو بتایا گیا کہ اس کے لئے یہ نشان ہے کہ یہ جلد ہلاک کیا جائے گا۔

اس پیشگوئی کے شائع کرنے سے پہلے آپ نے لیکھرام سے دریافت کیا کہ اگر اس پیشگوئی سے اس کو رنج پہنچے تو اس کو ظاہر نہ کیا جائے۔ مگر اس نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھے آپ کی پیشگوئیوں سے کچھ خوف نہیں ہے۔ تب حضرت اقدس نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اعلان فرمایا کہ لیکھرام پر ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے لیکر چھ برس کے اندر اندر ایک دردناک عذاب آئے گا۔ جس کا نتیجہ موت ہوگی۔ پھر آپ نے اس کے متعلق یہ عربی الہام بھی شائع کیا:۔

"عِجْلٌ جَسَدٌ لَهُ خُوَارٌ
لَهُ نَصَبٌ وَّ عَذَابٌ"

یعنی یہ شخص گوسالہ سامری کی طرح ایک بچھڑا ہے جو بیہودہ شور مچاتا ہے

ورنہ اس میں روحانی زندگی کا کچھ حصہ نہیں۔ اس پر ایک بلا
نازل ہوگی اور عذاب آئے گا۔ اس پیشگوئی کے کچھ عرصہ بعد آپ
نے دوسری پیشگوئی جس میں اس شخص کی ہلاکت کی خبر تھی
اپنی کتاب "کراماتُ الصادقین" میں شائع فرمائی اور فرمایا:۔

"وَبَشَّرَنِيْ رَبِّيْ وَقَالَ مُبَشِّرًا
سَتَعْرِفُ يَوْمَ الْعِيْدِ وَالْعِيْدُ اَقْرَبُ"

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ تو
ایک یوم عید دیکھے گا اور وہ عید کے دن سے بالکل
ملا ہوا ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے مزید تشریح اپنی
کتاب برکات الدعا کے ٹائیٹل پیج پر اس عنوان کے
نیچے شائع کی کہ لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر

"آج جو ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق
۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح
کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت
میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع
مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند
دوست بھی میرے پاس موجود
ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل
مہیب شکل۔ گویا اس کے چہرے
سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے
آکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے نظر اٹھا کر
دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک
نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے
گویا وہ انسان نہیں ملائک شداد
غلاظ میں سے ہے اور اس کی
ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں
اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ
سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے۔ اور
ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے
تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ
شخص لیکھرام اور اس دوسرے
شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا
گیا ہے۔"

پھر اپنی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام میں آپ نے لیکھرام
کے متعلق اپنی ایک نظم میں یہ اشعار شائع فرمائے:۔

"الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ"

الا اے منکر از شانِ محمدؐ
ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

گویا جو خبریں آپ کو دی گئیں اُن کا خلاصہ یہ تھا:۔

- لیکھرام پر کوئی عذاب نازل کیا جائے گا جس کا نتیجہ موت ہوگا۔
- یہ عذاب چھ سال کے عرصہ میں آئے گا۔
- یہ عذاب عید کے ساتھ کے دن آئے گا۔ یعنی وہ دن عید کے دن سے بالکل ملحق ہوگا یعنی عید کے پہلے یا پچھلے دن سے
- لیکھرام سے وہی سلوک ہوگا جو گوسالہ سامری سے ہوا۔ اور وہ سلوک یہ تھا کہ گوسالہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلایا اور دریا میں ڈال دیا گیا تھا۔
- اس کی ہلاکت کے لئے ایک شخص جس کی نظروں سے خون ٹپکتا تھا مقرر کیا گیا۔
- وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا کشتہ ہوگا۔

چنانچہ اس پیشگوئی کے پورے پانچ سال بعد عید الفطر کے دوسرے دن عصر کے وقت، لیکھرام کسی نامعلوم شخص کے تیز خنجر سے زخمی کیا گیا اور اس سے اگلے دن مر گیا۔

اس کے قتل کے واقعات کی تفصیل یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک شخص اس کے پاس آیا جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا اور اس نے لیکھرام سے کہا کہ وہ مسلمان سے ہندو ہونا چاہتا ہے۔ لیکھرام نے باوجود لوگوں کے سمجھانے کے کہ اس کو اپنے پاس رکھنا ٹھیک نہیں۔ اس کو اپنے پاس رکھا۔ لیکھرام کو اس پر بہت اعتبار ہو گیا تھا۔ آخر اس نے وہی دن اس کو آریہ بنانے کے لئے مقرر کی جس دن وہ زخمی کیا گیا۔ وہ ہفتے کا دن تھا اور لیکھرام کچھ لکھ رہا تھا۔ اس نے اس نامعلوم شخص سے کوئی کتاب اٹھا دینے کے لئے کہا اس پر اس شخص نے انداز سے تو یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ کتاب اٹھا کر لا رہا ہے لیکن پاس پہنچتے ہی اس نے لیکھرام کے پیٹ میں خنجر گھونپ دیا اور پھر اس کو کئی مرتبہ گھما کر ہلایا تاکہ انتڑیاں کٹ جائیں۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔ لیکھرام مکان کی دوسری منزل پر تھا اور اس کے مکان کے نیچے دروازہ کے پاس اس وقت بہت سے لوگ جمع تھے۔ لیکن کوئی شخص گواہی نہیں دیتا کہ وہ شخص نیچے اترا۔ لیکھرام کی بیوی اور اس کی ماں کو بھی یقین تھا کہ وہ گھر میں ہے۔ لیکن اسی وقت لوگوں کے آکر تلاش کرنے پر وہ مکان میں نہیں ملا اور اللہ تعالیٰ جانے کہاں غائب ہو گیا اور لیکھرام سخت دکھ کے عذاب میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ وعیدی پیشگوئی لیکھرام کے متعلق اپنی جملہ تفصیلات کے ساتھ وقتِ مقررہ کے اندر پوری ہوئی جو حضرت مسیح موعودؑ کے منجانب اللہ ہونے اور آپؑ کی صداقت پر روشن دلیل ہے۔ ع

"اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار"

منظومات

مکرِ صیّاد دیکھ لو نگہِ سرسری سے

جناب عبدالرشید تبسّم ایم اے

بہت پریشاں ہے آج اِنسان عقلِ گُم رَہ کی رہبری سے
خِرد کی شہ پر اُلجھ پڑا تھا وُہ کل جنوں کی پیمبری سے

جنوں سے عاری یہ چلتے پھرتے سے آدمی مُردہ تن ہیں سارے
گھُما رہی ہے زمیں پہ لاشوں کو عقل اپنی ہنروری سے

جدھر چلو تم جہاں کو روشن کرو، حرارت سے زندگی دو
یہ بات سیکھی ہے مَیں نے ہنگامِ صبح خورشیدِ خاوری سے

خزانے اپنے وہ بھر چکے ہیں سمیٹ کر مال زرِ جہاں کا
ہزاروں قارون ہیں آج جن کو گلہ ہے پھر بھی تونگری سے

کسی شجر کا نہ رُخ کرو اب، بچھے ہیں دام ان پہ ہم صفیرو!
اُڑے چلو یونہی، مکرِ صیّاد دیکھ کر نگہِ سرسری سے

تھیں بن میں کچھ پاگلوں کے تن پر لباس کی دھجیاں سلامت
یہی سبب ہے کہ بدگماں ہے تبسّم ان کی برادری سے

شذرات

حاصلِ مطالعہ

جناب مولانا دوست محمد شاہد ربوہ

مسلم سپہ سالار کی روحانی قوت

خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مبارک عہدِ خلافت کا واقعہ ہے کہ مسلمان افواج جب مصر کے قلعہ بابلیون کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دربارِ خلافت میں مزید فوج کے لئے درخواست بھیجی۔ خلیفۃ الرسولؐ نے پلا تاخیر چار ہزار مجاہدوں کا لشکر جرار حضرت زبیر بن العوامؓ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا اور پیغام دیا کہ:-

"إنّي قد أمددتك بأربعة
آلاف رجلٍ منهم رجلٌ مقام
الألف۔ الزبیرؓ بن العوام
والمقدادؓ بن عمرو وعبادةؓ
بن الصامت ومسلمةؓ بن
مخلد۔"

(کنزالعمال جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

فرمایا میں چار ہزار کی کمک تمہاری امداد کے لئے بھیج رہا ہوں جن میں ایسے مردِ خدا بھی ہیں جو ایک ہزار مرد کے برابر ہیں یعنی زبیرؓ بن العوام مقدادؓ بن عمرو، عبادہؓ بن صامت اور مسلمہؓ بن مخلد۔

اگرچہ حالات سخت مخدوش تھے مگر حضرت عمرؓ کی دعاؤں کی برکت سے یہ چاروں بزرگ واقعی ایک ایک ہزار سپاہی کے برابر ثابت ہوئے اور شہر بابلیون جو بعد کو فسطاط کہلایا ۲۰ھ میں فتح ہوا اور پھر اگلے سال مصر کے پایۂ تخت اسکندریہ پر بھی اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

تختیاں صاف ہو رہی ہیں

مارچ ۱۹۲۶ء میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے مولانا محمد دین صاحب مبلغ امریکہ کے اعزاز میں دی جانے والی دعوت میں ایک ایمان افروز تقریر کی جس میں امریکہ و یورپ کے اندر تبلیغ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر دلکشی ڈالتے ہوئے فرمایا:-

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے صاف تختی پر اچھا لکھا جاتا ہے جب لوگ کہتے ہیں کہ

عام لوگ لامذہب ہو رہے ہیں اور
اپنے اپنے مذہبی عقائد کو ترک کر رہے
ہیں تو فرماتے۔ دل کی تختیاں صاف ہو
رہی ہیں ان پر صحیح عقائد اچھی طرح
لکھے جائیں گے۔"

(الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء)

حدیث مصطفیٰؐ

طبرانی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے درج
ذیل حدیث مروی ہے:۔

"اشتد غضب اللہ علیٰ من
ظلم من لا یجد لہٗ ناصراً
غیرہ"

(الدرر المنتثرہ للسیوطی ص ۳۹ مطبع مصر طبع اول ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۰ء)

اس شخص پر خدا تعالیٰ کا انتہائی
غضب نازل ہوتا ہے جس نے اس
بے کس انسان پر ظلم کیا جس کا خدا
کے سوا اور کوئی آسرا نہیں۔

مقدس دن کی بے حرمتی کا عبرتناک انجام

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سورۂ
اعراف رکوع ۲۱ کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت داؤدؑ کے عہد میں یہ قصہ
ہوا ہے یہود پر ہفتے کا دن شکار کرنا
منع تھا۔ اللہ نے اس شہر والے
بے حکم دیکھے لگا آزمانے ہفتہ کے
دن مچھلیاں اوپر پھریں اور دنوں
غائب رہیں۔ ان کا جی نہ رہ سکا۔
آخر ہفتے کو شکار کیا۔ اپنی دانست میں
حیلہ کیا کہ کنارے سے دریا کے پانی کاٹ
لائے کہ مچھلیاں وہاں بند ہو رہیں تو
کبھی مچھلیاں نہ ہاتھ آئیں۔ ہفتے کی
کی شام کو نکل جاتیں آخر ہفتے کے
دن راہ بھاگنے کی بند کی۔ اتوار کو پکڑ
لیں۔ پھر وہ بندر ہو گئے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جس شخص کو حلال روزی
نہ ملے اور حرام چاہے تو ملے تو اس
کو آزمائش ہے۔ آخر وہ روزی وبال
ہو گئی اور معلوم ہوا کہ حیلہ اللہ پاس
کام نہیں آتا۔"

(موضح القرآن)

پھر فرماتے ہیں:۔

"توریت میں فرمایا تھا کہ جب حکم
توریت چھوڑ دو گے تو تم پر اور بندے
مسلط ہوں گے۔ پھر قیامت تک تم
ذلیل رہو گے .... یہ احوال اس
امت کو سنایا ہے کہ سب ان پر
بھی ہوگا۔ حدیث میں فرمایا ہے کہ اس
امت میں بعضے بندر اور سؤر ہو
جائیں گے۔ اللہ گمراہی سے پناہ دے" (ایضاً)

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل آخری فقرہ میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا متن درج ذیل ہے :-

"سیکون فی اُمّتی فزعۃ
فیصیر الناس الی علمائھم
فاذا ھم قردۃ و خنازیر"
(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۰)

عنقریب میری امّت میں زبردست گھبراہٹ پیدا ہوگی لوگ اپنے مولویوں کی طرف جائیں گے تو وہ بندر اور سؤر بنے ہوئے ہوں گے۔

علمِ تعبیر کے عجائبات

حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق فنِّ تعبیر کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کی کتاب "تعبیر الرؤیا الصغیر" علم و معرفت کا مرقع ہے جس سے علم تعبیر کے بہت سے عجائبات کا پتہ چلتا ہے جن میں سے بطور نمونہ چند کا ذکر کیا جاتا ہے :

(۱) خواب میں کعبہ کو دیکھنے کی تعبیر امامِ وقت ہے۔

(۲) اس نے دیکھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا اور اس میں داخل ہوگیا تو وہ شہادت پائے گا اور جنابِ الٰہی کے حضور عزّت و بزرگی کا مقام حاصل کرے گا۔ پل صراط سے بھی پار اُترے گا اور دنیا میں بھی عزّت پائے گا اور لوگوں میں اُس کے ذکرِ خیر کا چرچا عام ہوگا۔

(۳) بجلی کی کڑک سے ظالم و جابر بادشاہ مراد ہوتا ہے۔

(۴) موتی اور جواہر سے مراد قرآن مجید اور علوم اسلامیہ بھی ہیں۔

(۵) سرسبز جگہ سے بنجر جگہ کی طرف جانا مرتد ہونا ہے۔

(۶) آنکھ کی تعبیر دین ہے۔

(۷) موت سے مراد دین میں فساد اور زلازل کا مطلب علماء کی خرابی ہے۔

(۸) بندر دیکھنے کا مطلب ہے کہ ایک مغلوب دشمن ہے جس سے اس کے گناہ اور خباثت کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کی نعمت نے منہ پھیر لیا ہے۔

(۹) ایک الیسی بااثر شخصیت جس کی طبیعت اور دین دونوں میں خباثت بھری ہوئی ہو۔ خنزیر کی صورت میں دکھائی جاتی ہے۔

ونعوذ باللہ من ذالک !

علامہ اقبال کا مؤتمر عالم اسلامی سے خطاب

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس لندن میں شرکت کے بعد فلسطین بھی گئے جہاں آپ نے ۶ دسمبر ۱۹۳۱ء کی شام کو روضۃ المعارف کے ہال میں مؤتمر کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کیا اس اجلاس میں مفتی سید امین الحسینی، سید ضیاء الدین طباطبائی، ڈاکٹر عبد الحمید سعید بے، استاد عبد الرحمٰن عزام اور علامہ عبد العزیز ثعالبی نے بھی مختصر

تقاریر کیں۔ علامہ نے اپنی مختصر تقریر میں فرمایا:۔
"میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ
آپ دل سے مسلمان بنیں۔ مجھے
اسلام کے دشمنوں سے اندیشہ نہیں
لیکن خود مسلمانوں سے اندیشہ ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک
نہایت پیاری حدیث یاد آئی ہے
آپ فرماتے ہیں انا حظکم من
الانبیاء وانتم حظی من
الانبیاء ۔ میں تو جب کبھی سوچتا
ہوں شرم و ندامت سے میری
گردن جھک جاتی ہے کہ کیا مسلمان
آج اس قابل ہو [illegible]ل اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ہم پر فخر کریں؟
ہاں جب ہم اس نور کو اپنے دلوں
میں زندہ کرلیں گے جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں داخل
کیا تھا تو اس وقت ہم اس قابل
ہو سکیں گے کہ حضور ہم پر فخر
کریں۔"

(سیاحت اقبال صفحہ ۱۷۱-۱۷۲ مرتبہ حق نواز صاحب
شعبہ اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد۔ ناشر کتاب مرکز
کچہری بازار فیصل آباد۔ طبع اول نومبر ۱۹۷۶ء)

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی مجلس

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ
علیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہم عصر صوفیاء
میں سے تھے جن کا وصال حضور کے دعویٰ مسیحیت
سے قریباً آٹھ برس پیشتر ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۱ء
کو ہوا۔

آپ کے ملفوظات عالیہ کا ایک مجموعہ جو
سید محمد سعید نے مرتب کیا۔ اردو ترجمہ "مراۃ العاشقین"
کے نام سے حال ہی میں اسلامک بک فاؤنڈیشن
۲۴۹ - این سمن آباد لاہور نے شائع کیا۔

اس مجموعہ کے صفحہ ۲۷۲ پر آپ کی ایک مجلس کا
حسب ذیل واقعہ درج ہے:

"آپ کے پوتے صاحبزادہ محمد امین
صاحب آئے۔ آپ نے پوچھا اے
بیٹے! کونسی سورۃ پڑھتے ہو؟ انہوں
نے کہا سورۃ نور۔ آپ نے تبسم
فرماتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

صورت مرزے یار دی ساری سورۃ نور
والشمس والضحیٰ پڑھیا رب غفور"

بندہ نے عرض کیا، مرزا سے کیا مراد ہے؟
فرمایا۔ رسول خدا۔ اور تینوں مذکورہ
سورتیں آپ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔"

جسم کا پیٹ

شکاریات ۴

جنگل کی کہانی

ترجمہ جناب میجر منظور احمد (ریٹائرڈ) ساہیوال

میں اپنے بڑے بھائی جان ٹام کا انتہائی ممنون ہوں جنہوں نے چھوٹی سی عمر میں مجھے شکار کے متعلق کارآمد باتیں سکھائیں ۔ مثلاً ہتھیاروں کا استعمال نیز یہ کہ شیروں اور ریچھوں بھرے جنگلات میں گھومنے پھرنے میں قطعی کوئی خطرہ نہیں ۔ درندے جب تک زخمی نہ ہوں بنی نوع انسان سے کوئی تعرّض نہیں کرتے اور کئی اور باتیں ـــــ ۔

میں نمونیے سے نڈھال زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا بستر پر دراز تھا ۔ میری امی اور بہنیں میرے گرد جمع تھیں ۔ ایسی حالت میں بھائی جان ٹام نے ایک ایسا اقدام کیا جس سے مجھ میں زندہ رہنے کی امنگ پیدا ہو گئی ۔ کھسکتی ہوئی زندگی کو دوبارہ پکڑنے کے لئے میں بھائی جان ٹام کے کہنے پر بدذائقہ ترین شوربے اور کڑوی کسیلی دوائیں پینے لگا ۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز میں میں اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہو گیا ۔ ہوا یہ تھا کہ بھائی جان نے مجھے ایک خوبصورت غلیل کا تحفہ دیا تھا جس کو استعمال کرنے کے شوق میں میں زندہ رہنا چاہتا تھا اور جلد از جلد صحت یاب ہو جانا چاہتا تھا ۔ بھائی جان مجھے جنگل کی باتیں سنایا کرتے اور میری آتشِ شوق تیز تر کیا کرتے ۔

انھوں نے مجھے بتلایا کہ شکاریوں کے لئے سال دو حصّوں میں تقسیم ہوتا ہے ۔ ایک حصّے میں شکار پر پابندی ہوتی ہے ۔ یہ وہ موسم ہوتا ہے جب پرندے اپنے انڈوں کو سینے میں مشغول ہوتے ہیں یا چھوٹے بچوں کی پرورش کر رہے ہوتے ہیں ۔ ایسی حالت میں کسی پرندے کو مارنا بہت بڑا ظلم ہے ۔ جب شکار کی اجازت کا موسم ہو تو بھائی جان کی سخت ہدایت تھی کہ کسی بھی پرندے کا شکار صرف اس صورت میں کرو جبکہ اسے دسترخوان کی زینت بنانے کا ارادہ ہو اور یا پھر اس کی کھال میں بھُس بھر کر اسے محفوظ کرنا مقصود ہو ۔ چنانچہ بھائی جان نے مجھے ایک چاقو اور کچھ "آرسینک سوپ" بھی مہیّا کر دیا اور محفوظ کرنے کا فن (Taxidermy) بھی مجھے سکھلا دیا ۔ چند ہی برسوں میں میرے پاس کوئی ساڑھے چار سو

حنوط شدہ خوبصورت پرندوں کا چڑیا گھر بن گیا۔ سٹیفن ڈیز نے جو کتاب ہندوستان کے پرندوں پر تالیف کی تھی اس کی بیشتر رنگین تصاویر میرے چڑیا گھر کے پرندوں کی تھیں۔

بھائی جان ٹام کے پاس دو کتے تھے۔ گل زانہ سُرخ رنگ کا ایک عام کتا تھا جسے جنگ افغانستان دوم کے زمانہ میں بھائی جان کابل کی گلیوں سے اُٹھا کر اپنے ساتھ ہندوستان لے آئے تھے۔ وہاں وہ بھوکوں مر رہا تھا۔ دوسرا کتا جس کا نام ماجوج تھا ایک چتکبرا سپینئل (Spaniel.) تھا یہ کافی بڑا اور مضبوط کتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وسیع القلب بھی تھا یعنی چھوٹے بچوں کو اپنے اوپر سواری کرنے کا شوق پورا کر لینے دیتا تھا۔ ماجوج اپنے آپ کو میرا محافظ بھی تصور کرتا تھا اور یہ ڈیوٹی وہ بڑی ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ بعض اوقات جب وہ اپنی تمام ترمہر و محبت مجھ پر انڈیل دینا چاہتا تھا تو میں تنگ پڑ جاتا تھا۔ تاہم ماجوج سے میں نے دو ایک بڑی کار آمد باتیں جنگل کے بارہ میں سیکھیں۔ ایک تو یہ کہ جنگل میں گھنی جھاڑیوں یا پیڑوں کے کسی جھنڈ کے بہت قریب سے نہیں گزرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسی جگہوں میں مختلف جانور اور درندے دن کے وقت سستا رہے ہوتے ہیں اور وہ اپنے آرام میں کسی قسم کی خلل اندازی پسند نہیں کرتے۔ دوسرے مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کتے بھی جنگل میں بلیوں کی طرح دبے پاؤں چلنے کی مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔ اب ماجوج کے حوصلے پر اور اس کی راہنمائی میں میں نے جنگل کے ان گھنے حصوں میں بھی جانا شروع کر دیا جہاں پہلے میں ڈر کے مارے قدم نہ دھرتا تھا۔

غلیل سے شکار کھیلنے کے دنوں میں ایک بار ہمیں ایک معرکہ پیش آیا جس میں بیچارے ماجوج کی کم و بیش جان ہی چلی گئی تھی۔ ہوا یوں کہ میں اور ماجوج ایک صبح اپنے عجائب گھر کے لئے خوش رنگ پرندوں کی تلاش میں گھوم رہے تھے کہ ڈینسے صاحب بھی اپنے کتے مقسل (ایک بیگل جو سکاٹ لینڈ کا قومی نشان ہے) کے ہمراہ ہمارے ساتھ ہو لئے۔ ان دونوں کتوں کے تعلقات اگرچہ کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھے مگر اس وقت وہ کسی قسم کی کھینچا کھینچی سے باز

رہے۔ اتنے میں ڈینیسے کے کتے تھسل کو ایک "سیہہ" (لمبے لمبے کانٹے جسم پر ہوتے ہیں) دکھائی دے پڑی۔ جس کے پیچھے وہ بھاگا۔ ماجوج بھی میرے منع کرنے کے باوجود اس تعاقب میں شامل ہو گیا۔ ڈینیسے صاحب کے پاس اپنی مشہور و معروف توڑے دار بندوق تھی۔ مگر کتوں کو گولی لگ جانے کے ڈر سے وہ اسے "سیہہ" پر استعمال نہ کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ دوڑنا ڈینیسے صاحب ایسے بھاری بھرکم انسان کے بس کا روگ نہ تھا۔ نتیجۃً ہم ان سے بہت آگے نکل گئے۔ "سیہہ" (Porcupine) ایک بہت ہی خطرناک جانور ہوتا ہے۔ بہت پھرتیلا اور حملہ کرنے میں تیز۔ وہ اپنے جسم کے تکلوں کو پھیلا کر کھڑا کر لیتی ہے اور پچھلے پاؤں بھاگ کر مدِمقابل پر اپنے کانٹوں کی باڑھ مار دیتی ہے۔ تعاقب میں شامل ہونے سے پیشتر میں نے اپنی غلیل جیب میں ڈال کر ایک مضبوط سا ڈنڈا ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس کے باوجود میں کتوں کی کوئی خاص مدد نہ کر سکا کیونکہ جب بھی میں سیہہ پر ڈنڈے سے وار کرنے کی ٹھانتا وہ پچھلے پاؤں دوڑ کر مجھ پر حملہ آور ہو جاتی اور کتے آڑے آکر مجھے بچا لیتے۔

کوئی آدھ میل طے کرنے کے بعد تھسل نے سیہہ کو تھوتھنی سے پکڑ لیا اور ماجوج نے گلے سے۔ اتنے میں ڈینیسے صاحب بھی ہانپتے ہوئے پہنچ گئے اور آتے ہی سیہہ کو بندوق کا نشانہ بنا دیا۔ اس طرح یہ جنگ اور یہ تعاقب انجام کو پہنچا۔ دونوں کتوں کے جسموں سے خون بُری طرح بہہ رہا تھا۔ ہم نے ان کے بدن سے سیہہ کے تکلے کھینچ کھینچ کر نکالنے کی پوری کوشش کی مگر اکثر تکلے ٹوٹ کر اندر ہی رہ گئے۔ یہ تکلے بہت ہی تکلیف دہ چیز ہے کیونکہ یہ خاردار ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ننگی انگلیوں سے پکڑ کر انہیں کھینچ نکالنا بہت مشکل کام ہے۔ ہم فوراً گھر کی طرف چل پڑے تاکہ پلاس (Pliers) کی مدد سے ٹوٹے ہوئے تکلوں کو جلد جلد کتوں کے جسم سے نکالا جائے۔

ماجوج نے کئی دن رات بہت ہی تکلیف میں چھینک چھینک کر کاٹے۔ ہر بار چھینک پر ناک سے خون کے لوتھڑے گرتے تھے۔ خوش قسمتی سے اتوار کو بھائی جان ٹام گھر آئے اور انھوں نے کتے کا بغور معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ ایک تکلہ ٹوٹ کر ماجوج کی ناک کے اندر پھنسا ہوا تھا۔ بمشکل تمام یہ تکلا پلاس سے پکڑ کر نکالا گیا۔ یہ کوئی چند انچ لمبا اور قلم کے برابر موٹا تھا۔ تکلا نکلتے ہی اس کی ناک سے خون کا دھارا بہہ نکلا اور زیادہ خون نکل جانے سے ماجوج کی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ مگر توجہ، علاج اور احتیاط کے طفیل وہ جلد ہی صحت یاب ہو گیا۔

(باقی آئندہ)

○

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجیئے! (مینیجر)

منظومات

"نور برسا ہے پانیوں کی طرح"

جناب مبشر احمد راجیکی

دل میں طوفاں ہے قلزموں کی طرح
لب ہیں خاموش ساحلوں کی طرح

کوئی رہبر نہ کوئی منزل ہے
لوگ پھرتے ہیں وحشیوں کی طرح

یاس و امید کی کشاکش نے
سب کو گھیرا ہے سائلوں کی طرح

جب بھی ذکرِ حساب آتا ہے
دل دھڑکتا ہے عاصیوں کی طرح

بندگی سے ہے زندگی ورنہ
آدمی بھی ہے پتھروں کی طرح

ہم کہاں اُن کو ڈھونڈ سکتے ہیں
خود ہی ملتے ہیں محسنوں کی طرح

بات اُن کی بھی بات ہے لیکن
پھیل جاتی ہے نکہتوں کی طرح

سینچ لو تم بھی دل کے ویرانے
نور برسا ہے پانیوں کی طرح

ہیں مبشر وہ بندگانِ خدا
جن کی جلوت ہے خلوتوں کی طرح

○

۲ موازنۂ مذاہب

جناب عباد اللہ گیانی۔ ربوہ

کھنڈے کا امرت

اس وقت سکھ دنیا کسی شخص کو سکھ دھرم میں داخل کرنے کی جو رسم ادا کرتی ہے اسے "کھنڈے کا امرت" کی رسم کا نام دیا جاتا ہے۔ امرت تیار کرنے کا یہ طریق ہے:-

"بلٹے (برتن) میں صاف پانی اور پتاشے ڈالے جائیں۔ اور پانچ پیارے بلٹے کے ارد گرد بیر آسن ہو کر بیٹھ جائیں اور ان بانیوں کا پاٹھ کریں جپ۔ جاپ۔ دس سوئیے (سراوگ سدھ سمائے) بنتی چوپئی (ہمری) کرو ہتھ دست رکھا ہے لیں گرو شتٹ درگھ نیہہ چھوڑ کے آنند صاحب کی پانچ پہلی پوڑیاں اور ایک آخری پوڑی۔ پاٹھ ہو جانے کے بعد پیاروں میں سے کوئی ایک ... اور داس کرے۔"

(سکھ رہت مریادہ صـ۲۵)

یاد رہے کہ نیچ خالصہ دیوان پنج کھنڈ بھسوڑ سے تعلق رکھنے والے سکھ امرت میں پتاشے ڈالنا سکھ دھرم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں امرت میں پتاشے نہیں ڈالے جاتے۔ (ملاحظہ ہو سکھ قانون صـ۲۲۷، گرمت خالصہ سنسکار ودھی صـ۱، مہان کوش صـ۲۳۱، رسالہ خالصہ پارلیمینٹ گزٹ ستمبر اکتوبر ۱۹۵۱ء، رسالہ ایڈلیشنک امرتسر دسمبر ۱۹۳۳ء)

سردار سنتوکھ سنگھ جی نے کھنڈے کے امرت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"یہ دریافت کرنا کہ پانچ ککار اور امرت سے متعلق حکم سری گورو گوبند سنگھ جی نے خود کیوں نہیں لکھے۔ رہت مریادہ رسم گرنتھ میں کیوں درج نہ کی گئی۔ اگر بہت سی بانی اور دوسری تصانیف ندی میں

یہ ہو گئی تھیں تو گورو جی نے سری گورو
گرنتھ صاحب کو گوریائی دیتے وقت
پانچ ککار کے بارہ میں کیوں نہ
فرمایا؟ پچھلے تین سو سال میں کسی
بھی رہت نامہ کو گرنتھ کی پروانگی
کیوں نہ حاصل ہوئی؟ وغیرہ باتیں
گستاخی نہیں سمجھی جانی چاہئیں۔"
(گور سکھ بیت بیچار گوریائی - صفحہ ۲۵)

اس سے یہ امر واضح ہے کہ پراچین سکھ کتب میں کھنڈے کے امرت اور پانچ ککار وغیرہ سے متعلق گورو گوبند سنگھ جی کا کوئی خاص حکم نہیں ہے یہ باتیں بلاگر سکھ ودوانوں نے خود ہی وضع کی ہیں۔

پانچ ککار

موجودہ زمانہ کی سکھ دنیا ہر ایک سکھ کیلئے پانچ ککار کا اختیار کرنا اشد ضروری سمجھتی ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے بغیر بھی کوئی شخص پورن سکھ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو سکھ رہت مریادہ صفحہ ۱۱ و مہان کوش صفحہ ۵۹۳)

جہاں تک قدیمی سکھ لٹریچر کا تعلق ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں کی جا سکتی کہ گورو گوبند سنگھ جی نے کسی وقت سکھوں کو پانچ ککار اختیار کرنے کا کوئی حکم دیا ہو۔ سردار بہادر کاہن سنگھ جی نے بیان کیا ہے:-

"کسی رہت نامہ میں یا تاریخ میں
پانچ لفظ استعمال نہیں ہوا۔"
(گورمت مارتنڈ صفحہ ۵۶۵ حصہ دوم)

یعنی:- "سری گورو گوبند سنگھ جی نے لکھیا کہ ۱۷۵۶ بکرمی کو کیس گڑھ جب امرت چھکایا تو رہت ترے مندرا (کیش - کرپان اور کچھہرا) بتائی۔"
(گورمت مارتنڈ حصہ دوم۔ صفحہ ۹۴)

چنانچہ قدیمی سکھ کتب میں پانچ ککار کی بجائے "ترے مندرا" کا ہی ذکر ہے (ملاحظہ ہو گورو پد پریم پرکاش صفحہ ۷۸، گور پرتاپ سورج رت ۵ انسو ۱۰۔ گورمت سدھاکر ایڈیشن اول صفحہ ۲۶ و پنتھ پرکاش

چھاپہ پتھر صفحہ ۸۶۵، نرمل پنتھ پردیپکا صفحہ ۳۹)
سردار بہادر کاہن سنگھ جی نے اس تعلق میں
یہ بیان کیا ہے:۔
"پرانی کتب اور تاریخ سے واضح
ہے کہ جو شخص کیس، کرپان اور کچھہرا
کی رہت نہیں رکھتا وہ من مکھ
ہے (اپنی مرضی کرنے والا ہے)....
.... تین ککار لازمی ہیں اور دو
(کنگھا اور کڑا) اختیاری ہیں"
(گورمت مارتنڈ حصہ دوم صفحہ ۵۶۵)

ایک سکھ وِدوان رقم طراز ہے:۔
"گورو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ
کے جاری کرتے وقت تین ککار
(ترے مندرا) یعنی کیش، کرپان
اور کچھہرا مقرر کئے تھے اور باقی دو
کڑا اور کنگھا تقریباً ڈیڑھ سو
سال بعد شامل کر لئے گئے"
(رسالہ جیون پریتی جینڈی گڑھ - نومبر ۱۹۷۵ء)

ایک اور جگہ مرقوم ہے:۔
"رہت پیاری مجھ کو سکھ پیارا
نا ہیں، سری گورو گوبند سنگھ جی
کا بھی فرمان ہے اور رہت سے
مراد پانچ ککار ہیں۔ تو یہ نہیں کہا
جا سکتا کہ گورو گوبند سنگھ جی سے
سری گورو نانک دیو جی کے تردید کرد

ہستی کو بھی چوٹی تک پہنچا پایہ تو
تو گورو صاحبان اور گورو گرنتھ صاحب
کے بیان کردہ راستہ کو چھوڑ کر کسی
دوسری طرف جاتا ہے۔
(گورسکھی میت پرچہ گورحیالی صفحہ ۱۱۳)

یہاں یہ بیان کر دینا بھی نامناسب نہ ہو گا کہ
جو لوگ پانچ ککار سکھ دھرم کا ضروری حصہ تسلیم
کرتے ہیں اور ان کے اختیار کئے بغیر کوئی بھی شخص
پورن سکھ کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا، ان میں
اس بارہ میں بھی شدید اختلاف ہے کہ کیس ان ککار
میں شامل ہیں یا نہیں۔ ایک طبقہ کا یہ خیال ہے
کہ کیس تو انسان کے جسم کا ضروری حصہ ہیں۔ ان کے
نزدیک یہ رہت میں شامل تو ہیں مگر ککار میں شامل
نہیں۔ ان کے پانچ کیسوں کی بجائے کیسکی یعنی چھوٹی
پگڑی ککار میں شامل ہے اور یہ پانچ ککار اس طرح
ہیں:۔ (۱) کیسکی (چھوٹی پگڑی) (۲) کرپان
(۳) کچھہرا (۴) کنگھا (۵) کڑا۔
(ملاحظہ ہو اخبار نہنگ سنگھ سندیش ۲، اکتوبر ۱۹۵۱ء
نرمبے خالصہ دستاویز ۲۰، اگست ۱۹۵۱ء فرمان خالصہ
پارلیمنٹ گزٹ جولائی۔ اگست ۱۹۵۱ء، فروری ۱۹۵۲ء۔
خالصہ رہت فلاسفی صفحہ ۱۲۲)

سکھ دھرم کی مقدس کتب

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سکھ دھرم کی
مقدس کتب کے بارہ میں بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔

عام طور پر سکھ دھرم کی مندرجہ ذیل کتب تسلیم کی جاتی ہیں

(۱) گورو گرنتھ صاحب:

گورو گرنتھ صاحب پانچویں گورو ارجن جی نے مرتب کیا تھا۔ ان کی موجودگی میں ہی تھوڑے سے عرصہ میں بھائی بنوں والی بیڑ، لاہوریوں والی بیڑ اور بوڑے سندھو والی بیڑ وغیرہ وجود میں آگئی تھی۔ جو اپنی بانی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ اس کے بعد میں اس کے جتنے قلمی نسخے تیار ہوئے وہ سب کے سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے بدلا جاتے کیا کیا باتے رہے کی تفسیر ہی پیش کر رہے ہیں۔ کوئی دو نسخے آپس میں پوری طرح نہیں ملتے اور یہ سکھ ودوانوں کو اعتراف ہے۔ کرتار پوری گورو گرنتھ صاحب کو بھی جسے اصل نسخہ تسلیم کیا جاتا ہے محرّف و مبدل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور اس کے کئی صفحات پھاڑ دیئے گئے (ملاحظہ ہو راگ مالا سچندھی سوچنا عـ۲ - صـ۲۲)

مطبوعہ نسخوں کا یہ عالم ہے کہ کوئی دو ایڈیشن آپس میں مطابقت نہیں رکھتے۔ ہر ایڈیشن دوسرے سے مختلف ہے۔

(۲) دسم گرنتھ:

یہ گورو گوبند سنگھ جی کی طرف منسوب ہے اسے کب مرتب کیا گیا۔ اس بارہ میں سکھ ودوانوں کا اختلاف ہے۔ اس کے بھی متعدد قلمی نسخے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

(۳) واراں بھائی گورداس:

بھائی گورداس جی مشہور سکھ بزرگ گذرے ہیں۔ واریں ان کی تصنیف ہیں۔ ان کی تعداد میں سکھ ودوانوں کا شدید اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک دسویں وار کسی اور نے بنا کر اس میں شامل کر دی ہے یہ پوری کی پوری وار بھائی گورداس جی کی تصنیف ہیں (گورداس درشن صـ) اکتالیسویں وار کے بارہ میں تو سبھی سکھ ودوان متفق ہیں کہ وہ کسی دوسرے بھائی گورداس جی کی تصنیف ہے (گورداس درشن صفحہ ۱۲۵)۔

(۴) بھائی نند لال گویا کی فارسی تصانیف بھی

سکھ دھرم کی مقدس کتب تسلیم کی جاتی ہیں۔ سکھ گوردواروں

جن میں اس کا کیرتن کیا جانا بھی جائز سمجھا جاتا ہے۔

(۵) جنم ساکھیاں:

گورونانک جی کی زندگی کے حالات پر مشتمل کتب کو جنم ساکھیاں کہا جاتا ہے اس کی موٹی موٹی اقسام مندرجہ ذیل ہیں:—

• **اوّل: جنم ساکھی بھائی بالا:-** اس کے بارہ میں تو یہی روایت ہے کہ اسے دوسرے گورو انگد جی نے مرتب کروایا تھا۔ ابتداء میں اس کی صرف ۲۵ یا ۳ ساکھیاں ہی تھیں جو بعد کو بڑھتے بڑھتے ۵۷۵ تک جا پہنچیں (پوراتن جنم ساکھی سری گورو نانک جی کی بھومیکا صفحہ ۱۲)

اکثر ودوان اس کے مصنف بھائی بالا کو ایک فرضی ادر اسے جعلی کتاب تصور کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو کنک کہ وساکھ صفحہ ۱۹۲، سردار کرم سنگھ ہسٹورین رانی ریا کھوج صفحہ ۱۴، صفحہ ۵)

لیکن یہ حقیقت بھی سکھ ودوانوں کو مسلّم ہے کہ گورو نانک جی کی جتنی بھی تاریخ سکھ قوم کے پاس ہے اس کا منبع اور ماخذ یہ جنم ساکھی ہی ہے اور اسی سے گورونانک جی کی جملہ تاریخ مرتب کی گئی ہے اگر یہ جنم ساکھی نہ ہوتی تو سکھوں کے پاس گورونانک جی کے سوانحی حالات سے متعلق کچھ بھی نہ ہوتا (کلغیاں والے دے کمال صفحہ ۱۴۔ کلغیدھر چمتکار صفحہ ۱۰۹۵؛ ہفت روزہ پنجاب امرتسر بہار نومبر ۱۹۴۳ء ونانک پرکاش پتر کا پٹیالہ اگست ۱۹۶۹ء)

یہ جنم ساکھی قریباً دو سو سال تک درسی کتاب رہی۔ اور سکھ گوردواروں میں اس کے درس دیئے جاتے رہے (ملاحظہ ہو کنک کہ وساکھ صفحہ ۳ دیباچہ)

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے درس دیئے جانے کا حکم گورو گوبند سنگھ جی نے دیا تھا۔ (بچے کلغ صفحہ ۳۰۲)

• **دوم - جنم ساکھی مصنفہ سوڈھی مہربان جی۔** یہ جنم ساکھی گورو رام داس جی کے پڑپوتے سوڈھی مہربان جی کی تصنیف بیان کی جاتی ہے۔ اس کتاب کو ۱۹۶۲ء میں خالصہ کالج امرتسر والوں نے شائع کیا ہے البتہ بعض مقامات پر تحریف کر دی گئی ہے۔ (رسالہ پریت لڑی اگست ۱۹۶۸ء و صفحہ ۲۲۱)

• **سوم: پوتھی ہرجی:** یہ بھی اصل میں گورو نانک جی کی جنم ساکھی ہی ہے۔ اسے بھی محرف مبدل کر کے خالصہ کالج امرتسر والوں نے حال ہی میں شائع کیا ہے۔

• **چہارم - جنم ساکھی ولایت والی:** اس جنم ساکھی کا اصل نسخہ ولایت میں ہے اس کے اس وقت تک میکالیف والی جنم ساکھی۔ اور پوراتن جنم ساکھی کے نام پر مختلف ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ سبھی ایڈیشن ایک دوسرے سے بہت مختلف ہو گئے ہیں۔ ان میں بعد کو رد و بدل کر دیئے گئے ہیں اور وہ سب حوالے خارج کر دیئے گئے ہیں جن سے گورو نانک جی کا اسلام واضح تھا۔

• **پنجم - جنم ساکھی بھائی منی سنگھ:** یہ کتاب کسی نے بھائی منی سنگھ جی کے نام فرضی طور پر بنائی ہے (ملاحظہ ہو کنک کہ وساکھ صفحہ ۳۵ وساکھ بنتی کنک

ص۲۲، ص۱۹۱، ص۲۲۲) اس میں بھی کافی ردوبدل کردیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ گوربرتاپ سورج مصنفہ بھائی سنتوکھ سنگھ جی، مہا پرکاش مصنفہ باوا سروپ چند جی بھلا، منی نامہ بھائی کیسر سنگھ جی چھبر، پراچین پنتھ پرکاش مصنفہ بھنگو رتن سنگھ جی، تواریخ گورو خالصہ و پنتھ پرکاش مصنفہ گیانی گیان سنگھ جی، گورو دسمیش کی گورو خالصہ مصنفہ سنت سورج سنگھ جی۔ اتہاس گورو خالصہ مصنفہ گوبند سنگھ جی نرملا۔ گورو بلاس پاتشاہی چھ مصنفہ بھائی سوہن جی، گورو بلاس پاتشاہی دس مصنفہ بابا سمیر سنگھ جی، گورو بلاس پاتشاہی دس مصنفہ بھائی سکھا سنگھ جی، گوربلاس پاتشاہی دس کوئر سنگھ کلال جی وغیرہ سکھ تاریخ کی مشہور کتب ہیں۔ مگر یہ ردوبدل سے بچ نہیں سکیں۔

ان کے علاوہ رہت نامے بھی متعدد ہیں جو مختلف لوگوں نے خود بنا کر گورو گوبند سنگھ جی کے نام جڑ دیئے ہیں۔ ان میں سے پریم سمارگ، بدھرم مارگ، اور رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ، رہت نامہ بھائی پرہلاد سنگھ رہت نامہ بھائی دیا سنگھ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ان سب میں بہت گڑبڑ ہے۔ جو عام طور پر سکھ ودوانوں کی پریشانی کا باعث بنتی رہتی ہیں۔

(باقی آئندہ)

ناقابلِ فراموش یادیں

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جناب ملک محمد عبداللہ سابق لیکچرار تعلیم الاسلام کالج - ربوہ

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریّت طیّبہ کا ایک درخشاں ستارہ تھے۔ آپ کے وجود باجود کے ساتھ بہت سی بشارتیں وابستہ تھیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیرت و صورت کے حسن سے نوازا تھا۔ ظاہری لحاظ سے بھی آپ بڑے وجیہہ اور مردانہ وجاہت کا ایک نمونہ تھے آپ کو دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اور سیرت کے لحاظ سے آپ اخلاقِ عالیہ اور صفاتِ حمیدہ سے متصف تھے۔ ہر شخص خواہ وہ کسی بھی عقیدہ اور طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ آپ سے ایک دفعہ ملنے سے ہی آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت اور معیت میں بیس سال سے زیادہ عرصہ رہنے کا موقعہ عطا فرمایا ۱۹۳۷ء میں صیغہ دعوۃ و تبلیغ سے مجھے آپ کے ساتھ تالیف و تصنیف کے کام کے سلسلہ میں منسلک کیا گیا۔ ابتداء میں چند ماہ تو آپ کی وجاہت اور شخصیت کی وجہ سے اور کچھ دفتری قواعد کے لحاظ سے کسی قدر اجنبیت سی رہی لیکن تھوڑے عرصہ بعد ہی آپ کی بے پایاں شفقت اور نوازشات نے اس اجنبیت کو بالکل ختم کر دیا۔ دفتر کے فرائض کے علاوہ گھر کے بہت سے امور خاکسار ہی کے سپرد ہو گئے۔ قادیان کی سکنی اراضی کی فروخت کا کام بھی میرے سپرد کر دیا گیا۔

ان تعلقات کی وجہ سے مجھے آپ کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپ نہایت اعلیٰ اخلاق اور عمدہ صفات کے مالک تھے اور آپ کے یہ اخلاقِ عالیہ خلوت و جلوت میں یکساں تھے۔ حسنِ معاملہ۔ دیانتداری سچائی۔ پاکیزگی۔ مہمان نوازی، دوسروں کی خیرخواہی اور غمگساری۔ ایثار اور قربانی۔ ہر شخص سے خندہ پیشانی سے ملاقات۔ مفید اور صائب مشوروں سے نوازنا۔ خطوط کے جوابات میں باقاعدگی۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرنا اور ملازموں کے ساتھ حسنِ سلوک یہ تمام صفات آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین تھا ہر کام کی ابتداء دعا سے فرماتے تھے۔ سلسلہ عالیہ کے بہت سے بزرگوں کی خدمت میں باقاعدہ دعا کے لئے تحریر فرماتے رہتے اور ملاقات کے وقت زبانی بھی

دعا کے لئے تاکید فرماتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے انتہائی محبت وعقیدت تھی ایسی شدید محبت جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آتے ہی آپ کی طبیعت میں بڑی رقت اور سوز وگداز پیدا ہو جاتا آپ زیر لب اور بعض اوقات کسی قدر آواز سے بھی درود شریف بکثرت پڑھتے رہتے۔

۱۹۶۳ء کا واقعہ ہے کہ میں ان دنوں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں دینیات کا استاذ تھا اور کالج کی مجلس ارشاد کا نگران بھی۔ اس مجلس کے زیر انتظام مولانا محمد حنیف صاحب ندوی طلباء کو خطاب کرنے کے لئے لاہور سے تشریف لائے۔ آپ بڑے علم دوست اور ایک علمی ادارہ کے نگران اعلیٰ تھے۔ طلباء سے خطاب کے بعد انھوں نے حضرت مرزا بشیر احمد رضی سے ملاقات کی خواہش کی۔ انھیں علم تھا کہ آپ سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم الشان کتاب کے مؤلف ہیں۔ حضرت میاں صاحب ان دنوں دردِ نقرس کی وجہ سے شدید بیمار تھے۔ اور چلنے پھرنے اور حرکت کرنے سے معذور رہتے۔

تاہم مولانا موصوف کی شدید خواہش کے پیش نظر میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور مولانا صاحب کی خواہش ملاقات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان دنوں دردِ نقرس کا زبردست حملہ ہوا ہے اور تم میری حالت دیکھ رہے ہو۔ اس میں درد کی وجہ سے بے چینی بہت ہوتی ہے۔ دوسری طرف مولوی صاحب کی خواہش کا بھی احترام ہے۔ وہ ایک معزز مہمان ہیں اور لاہور سے تشریف لائے ہیں آپ انھیں عصر کے بعد لے آئیں لیکن یہ بات ان کو اچھی طرح سے کہہ دیں کہ میں اس موقعہ پر بیماری کی وجہ سے اکرام ضیف کے طور پر انھیں اُٹھ کر خوش آمدید نہیں کہہ سکوں گا۔ قبل از وقت ہی ان سے معذرت کر دیں۔ چنانچہ میں نے حسب ہدایت مکرم مولانا صاحب سے یہ بات کہہ دی وہ کہنے لگے میں تو صرف زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت میاں صاحب کسی قسم کی تکلیف نہ فرمائیں۔ چنانچہ ہم دونوں عصر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت میاں صاحب نے باوجود بیماری کے پھر بھی کسی قدر اُٹھ کر مکرم مولانا صاحب سے

مصافحہ فرمایا اور پھر لیٹ کر گفتگو فرمانے لگے۔ اجازت تو صرف چند منٹ کی ہی تھی لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو نصف گھنٹے کے قریب یہ سلسلہ جاری رہا۔ ملاقات کے اختتام پر حضرت میاں صاحب نے خود بھی مکرم مولانا صاحب سے معذرت فرمائی کہ آپ انہیں اچھی طرح خوش آمدید نہیں کہہ سکے پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ساتھ ہی کھانے کے کمرہ میں چائے کا انتظام ہے میں تو بیماری کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتا۔ مہمان نوازی کا فرض آپ ادا کر دیں۔ اللہ اللہ! کس قدر اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ تھا۔ مکرم مولانا محمد حنیف صاحب ندوی آپ کی ملاقات، آپ کے اخلاق اور خاص طور پر آپ کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوئے۔ کالج آنے تک آپ اس بات کا اظہار کرتے رہے کہ حضرت میاں صاحب نے اس قدر بیماری کے باوجود بڑی تکلیف اٹھا کر انہیں ملاقات کا وقت عطا فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ ایک بہت بڑا وصف تھا کہ وہ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کے آرام کا بہت خیال فرماتے تھے اور دوسروں کی خاطر ایثار اور قربانی کرنا آپ کے اخلاق کا بڑا حصہ تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ
سَلِّمْ۔ اِنَّکَ حَمِیْدٌ
مَّجِیْدٌ ط

○

زندہ قوموں کی علامت

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"—— زندہ قوموں کی یہ علامت ہوا کرتی ہے کہ اُن کے نوجوان اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ اپنے بڑوں کے قائمقام بن جائیں۔ جس قوم میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے وُہ کبھی نہیں مرتی اور جس قوم کے اندر یہ بات پیدا نہ ہو اس کو کوئی زندہ نہیں رکھ سکتا۔"

(مشعل راہ صفحہ [illegible])

(مرسلہ: جناب نذیر احمد خادم۔ لاکھا روڈ ضلع نواب شاہ)

○

تعارف کتب حضرت مسیح موعودؑ

احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟

ماہِ اپریل میں خدام کے مطالعہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "رازِ حقیقت" مقرر تھی۔ بوجوہ بروقت شائع نہیں ہو سکی۔ اس کی بجائے "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے" مقرر کی گئی ہے۔ خدام اس کتابچہ کا مطالعہ فرمائیں۔ ذیل میں اس کا تعارف پیش ہے (مہتمم تعلیم)

۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء کو جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ (قادیان) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

اس تقریر کی ابتداء میں حضور نے ایک الگ جماعت بنانے سے متعلق فرمایا کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیاتِ مسیحؑ کی غلطی کو دور کرنے کے واسطے ہے .... بلکہ اس زمانہ میں بہت سی باتیں مسلمانوں میں ایسی داخل ہو گئی ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ وفاتِ مسیحؑ کا مسئلہ اس زمانہ میں حیاتِ اسلام کے واسطے ضروری ہو گیا ہے .... جو مسلمان اس زمانہ میں یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں کہ عیسیٰ اب تک زندہ چلا آتا ہے وہ اسلام کے اندرونی دشمن اور اسلام کے واسطے مارِ آستین ہیں .... اگر کوئی نبی زندہ ہے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں .... کیونکہ زندہ نبی وہ ہے جس کی برکات اور فیوض ہمیشہ جاری ہوں۔ سو ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایسے آدمی (مجدد) بھیجتا رہا ہے جو مناسبِ حال اصلاح کرتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت آپ کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔

حضورؑ نے فرمایا کہ حیاتِ مسیحؑ کے عقیدہ کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس کے نتیجہ میں ۴۰ کروڑ انسان مردہ پرست ہو گئے۔

فرمایا:۔

"......... ایک عیسائی سے پوچھنا چاہیئے کہ اگر سب لوگ مل کر عقیدہ قائم کر لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا

کیا ہوگا؟ یہی کہ عیسائیت دنیا سے نابود ہو جائیگی۔۔۔
سو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اس غلطی کو دور
کرے لیکن اس سلسلہ کو قائم کر کے اللہ تعالیٰ اور بہت سی
غلطیوں کو دور کرنا چاہتا ہے (چنانچہ) اس وقت توحید
صرف زبان پر رہ گئی ہے سچا موحد کوئی نظر نہیں آتا۔
ہر ایک دل دنیا کی محبت میں غرق ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔
لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی متابعت
نہیں کرتے ..... ان کے دلوں میں اسلام کا مذہب نہیں
رہا..... خدا تعالیٰ کا منشاء اس سلسلہ کے قیام سے
یہ ہے کہ لوگ پھر اس راہ پر چلنے لگیں۔

لوگوں کی یہ حالت ہے کہ تین تین آنے کے
واسطے جھوٹی گواہیاں دیتے پھرتے ہیں...... خدا
تعالیٰ پر ایمان نہیں۔

حضورؑ نے صلح کر لینے کے سلسلہ میں مقدمہ
ڈاکخانہ جس میں حضورؑ نے ایک پیکٹ میں مضمون کے
ساتھ خط (غلطی سے) ڈال دیا تھا۔ کا ذکر کر کے
فرمایا کہ اس وقت صدق کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس
بلا سے مجھے نجات دی۔

حضورؑ نے فرمایا۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا
نجات وہی ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کرے ...
فسق و فجور، چوری، جھوٹ سب باتیں چھوڑ کر

کے واسطے الگ ہو جاوے۔ جس نے دین کو دنیا پر مقدم
کیا وہ خدا کے ساتھ مل گیا...... جتنے برے طریق
ہیں ان سب کو ترک کر دینا چاہیئے تو خدا ملتا ہے....
دراصل خدا تعالیٰ نے کوئی شئے بری نہیں بنائی
ہر ایک شئے کی بد استعمالی اس کو برا بنا دیتی ہے۔ تم یہ
کوشش کرو کہ ہر ایک قوت کا استعمال اس کے محل
پر ہو۔ اسلام کی تعلیم ہی ایسی ہے کہ ہر ایک قوت
کو محل پر استعمال سکھاتی ہے...... اس حقیقت اسلام
اور اصل تعلیم کو آجکل کے مسلمان بھول گئے ہیں اور
اسی بات کو پھر قائم کر دینا ہمارا کام ہے۔

آپ نے مسلمانوں کی چند اور علمی اور اعتقادی غلطیوں
کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ مثلاً یہ کہ عیسیٰ اور ان کی ماں کے
علاوہ کوئی مس شیطان سے پاک نہیں۔ اسی طرح
معراج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمولی خواب قرار
دینا۔ عیسیٰ کے عنصری آسمان پر جانے کا عقیدہ رکھنا بڑی
غلطی ہے۔ حالانکہ وہ ایک کشفی بیداری تھی۔ —
ایک اور غلطی حدیث کو قرآن پر مقدم کرنا ہے۔ حالانکہ
قرآن حدیث پر قاضی ہے .... خدا تعالیٰ نے
مجھے مامور کیا ہے کہ میں ان سب غلطیوں کو دور
کر کے اصلی اسلام کو پھر دنیا میں قائم کروں۔

(م - ا)

سفرنامہ

آخری قسط

کینیڈا کی سیر

جناب حسن محمد خان عارف ربوہ :

یہ کینیڈا کی سیر کی گیارھویں قسط ہے اس اندیشہ سے کہ اتنے طویل قسط وار سفرنامہ سے بور کرنے کی نوبت نہ آجائے اسی قسط کو آخری سمجھ کر لکھ رہا ہوں

ڈیڑھ برس سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اس لئے صحیح تاریخ تو یاد نہیں۔ جولائی کی آٹھ تاریخ تھی یا نو کہ اطلاع ملی۔ حضرت صاحب کینیڈا تشریف لا رہے ہیں۔ پہلے تو یقین نہ آیا۔ جس دوست نے اطلاع دی تھی اسے پھر فون کیا۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کیا یہ صحیح ہے۔ اس نے پورا یقین دلایا کہ ہرگز مذاق نہیں۔ پھر تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اسی خوشی میں کبھی اس کمرے میں جاتا کبھی اس کمرے میں۔

اگلے روز شام حضور ایدہ اللہ نے ٹورنٹو پہنچنا تھا۔ رات بھر یہی سوچتا رہا کہ کتنی خوش قسمتی ہے کہ زندگی میں پہلی بار وطن کے ساحل چھوڑ کر دنیا کے دوسرے کنارے پہنچا لیکن خدا کی مہربانیوں کے کیوں نہ واری جاؤں جو اتنی دور پہنچ کر بھی اتنی مبارک اور بابرکت ہستیوں اور وجودوں کی زیارت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ اسی رات خوابیں بھی کچھ اسی قسم کی آتی رہیں۔ صبح اٹھے۔ تو یوں معلوم ہوا کہ کینیڈا میں بھی عید منائی جا رہی ہے۔ چھٹی کا دن تھا۔ بچے کام پر تو گئے نہ تھے اس لئے دن کچھ تیاری میں گذارا۔ کچھ گپ شپ میں۔

شام ہوئی تو ہم نے کپڑے بدلے اور ایئرپورٹ پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ بچوں نے بھی بہترین سوٹ پہنے بہو بیگم بھی یوں تیار ہوئیں گویا کسی بیاہ شادی میں جا رہی ہیں۔ غرض گھر میں ہر شخص شاداں و فرحاں تھا اور عید کا سماں تھا۔ ایئرپورٹ پر جب موٹریں پہنچیں تو احمدی احباب کا ہجوم تھا۔ شاید ہی کوئی احمدی ہوگا جو مجبوری کا مارا نہ آسکا ہوگا ورنہ قریباً ساری جماعت حاضر تھی۔ ہوائی جہاز کے اترنے کا وقت ہوا تو ایئرپورٹ بلڈنگ کے باہر ہی ہم لوگوں کی قطار بندھنے کا حکم ہو گیا۔ کیا مجال جو کسی نے چوں و چرا کی۔ ہر شخص بڑے سکون سے قطار میں کھڑا ہو گیا۔ اور جہاں

جیسے جگہ ملی وہیں وہ جم گیا۔ مجھے قریباً آخر پر جگہ ملی احمدی خواتین کو حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی معیت میں سب سے پہلے جگہ ملی۔ گویا عورتیں پہلے اور مرد بعد میں۔ خاکسار قریباً سب سے آخر پر تھا۔ ہوائی جہاز اترنے کی آواز ہمارے کانوں میں آئی تو مجھے اپنی خوش قسمتی کا احساس اور بھی تیز ہو گیا۔ کہ ابھی گزشتہ ہفتہ حضرت صاحب کی زیارت ربوہ میں کر کے آیا ہوں۔ اور آج پھر دنیا کے اس دوسرے کنارے پر اسی بابرکت وجود کو دیکھوں گا۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایئرپورٹ کی بلڈنگ میں سے حضور باہر تشریف لاتے ہوئے نظر آئے۔ عجیب کیفیت تھی۔ کچھ آنکھیں بھر سی گئیں۔ میں نے اور بھی دو ایک دوستوں کو دیکھا کہ خوشی کی وجہ سے انہوں نے منہ پیچھے کر کے اپنے آنسو پونچھے۔ میں سوچ رہا تھا۔ خلافت کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس ایک وجود کی وجہ سے ہم سب بھائی بھائی ہیں اور یہ عظیم انسان ہم سب کا روحانی باپ ہے۔ یہ کوئی سیاست دان نہیں۔ کوئی دنیاوی جرنیل یا بادشاہ نہیں۔ بلکہ یہ دلوں کا راجہ ہے ہم سب کے دل اس کی مٹھی میں ہیں۔ حضور نے بھی جب اپنے احمدی بھائیوں کو دیکھا تو فرطِ مسرت سے آپ کا چہرہ تمتما اٹھا۔

جہاں سے حضور نے مصافحہ شروع فرمایا تھا وہ دوسرا کنارہ تھا۔ ہم آخر پر تھے لیکن ہماری خوش قسمتی کہ حضور سیدھے ہماری طرف آ گئے اور ملاقات ہماری جانب سے شروع کی۔ میرا دوسرا یا تیسرا نمبر تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرا کر پوچھا:

"آپ یہاں کیسے؟"

میں نے عرض کی۔ "حضور رخصت پر آیا ہوں۔"

فرمانے لگے "یہاں پر ہی ٹھہرنے کا ارادہ تو نہیں؟"

میں نے عرض کی۔ "حضور ویزا ہی ۴ ماہ کا ہے۔"

تو بہت ہی خوشی سے حضور مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ سب سے ملے۔ خود بھی خوش ہوئے دوسروں کو بھی نہال کیا۔ اس کے بعد ہم حضور کے ہمراہ آنے والوں سے ملے۔ مسعود احمد دہلوی تھے۔ میاں غلام احمد صاحب تھے۔ بہت خوشی سے ملے۔ رشید صدیقی صاحب شاہد امریکہ کے مبلغ انچارج اور محترم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی ڈیٹن کے مبلغ بھی ہمراہ تھے۔ سب سے مل کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ مسعود تو ہمارا یار ہے اس کے ساتھ تو دو تین چٹکیاں بھی رہیں۔ مجھے تو یہ دوست بھائیوں جیسا ہے لیکن صرف چند منٹ کا ساتھ رہا اور پھر حضور مع قافلہ کے اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

اگلے دن بعد نماز مغرب حضور کی تقریر تھی ہم کب چوکنے والے تھے۔ اگرچہ ہمارے گھر سے تیس میل کے فاصلہ پر جگہ تھی۔ ہم پہنچے۔ حضور نے فرمایا کہ انگریزی میں تقریر کی جا سکتی تھی اور عربی میں بھی لیکن عربی سمجھنے والے تو شاید دو چار ہی ہوں اور جو پاکستانی دوست انگریزی سمجھ سکتے ہیں اس سے زیادہ وہ اردو سمجھ سکتے ہیں اور ایسے دوست بہت کم ہیں جو اردو بالکل نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے اتنی بڑی تعداد کے لئے حضور نے

اردو میں ہی خطاب پسند فرمایا۔

اس تقریر میں حضور نے جماعت کے احباب کو نہایت پیارے انداز میں اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی تلقین فرمائی۔ اسلام کا حسن اور قرآن کی خوبیاں اس کی حسین تعلیم پر نہایت ہی بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔

ایک گھنٹے سے بھی زائد تقریر جاری رہی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اگر ہوئی بھی گئے تو اس کی آواز آ جائے۔ اگلے روز پھر جماعت کی طرف سے حضور کی خدمت میں استقبالیہ دیا گیا جس میں جماعت کے سب احباب شریک ہوئے جس ہوٹل میں حضور کا قیام تھا اسی میں حضور کو استقبالیہ دیا۔ یہ ہوٹل ٹورنٹو کے بہترین ہوٹلوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا نام ہے

"INN ON THE PARK"

اپنے قیام کے دوران حضور نے ٹورنٹو کی قابل دید جگہیں بھی دیکھیں۔ دنیا کی سب سے اونچی بلڈنگ کینیڈین نیشنل ٹاور ہے یہ تقریباً دو ہزار فٹ اونچا ہے۔ اس کی چوٹی پر ایک ریسٹوران ہے جو گھومتا رہتا ہے۔ اس مینار پر بھی حضور تشریف لے گئے اور یہاں سے سارے ٹورنٹو کو دیکھا۔ اپنے قیام کے دوران حضور نے ٹورنٹو میں مسجد کی زمین کا بھی فیصلہ فرمایا کہ کہاں زمین خریدی جائے۔ چوتھے دن حضور کی روانگی تھی۔ جماعت کی دعوت پر حضور نے دن آبشار نیاگرا پر گزارنا منظور فرما لیا۔ یہ دنیا کی عظیم ترین آبشار ہے۔ نہایت دلفریب نظارہ ہے

دو تین جگہ سے پانی بہت بلندی سے گرتا ہے یہ امریکہ
اور کینیڈا کی سرحد ہے۔ ایک آبشار امریکہ کی سرزمین
پر گرتی ہے۔ دوسری کینیڈا کے علاقہ میں۔ ہم صبح ۱۰ بجے
ٹورنٹو سے روانہ ہوئے اور ۹۰ میل کا فاصلہ دو گھنٹے
میں طے کیا لیکن جب ہم نیاگرا پہنچ گئے تو کاروں کے
ہجوم کی وجہ سے تین چار میل کا فاصلہ بھی دو گھنٹے میں
طے کیا۔ اس ہجوم کا ایک دلچسپ واقعہ سنیں اور ایک
احمدی کے اخلاق فاضلہ کی داد بھی دیں۔

میں اپنے ایک مصری بھائی مصطفیٰ ثابت صاحب
کی کار میں تھا جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں کاریں کھڑی
کی جاتی ہیں جسے کار پارک کہتے ہیں ہمیں اس قطار میں
جگہ نہیں مل رہی تھی جو کار پارک کے اندر جا رہی تھی
اور اب صورت حال یہ تھی کہ جب تک وہ قطار ختم نہ
ہو ہم اندر نہ جا سکتے تھے۔ اور یہی اندیشہ تھا کہ
لائن ختم ہونے میں مزید گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ لگ جائیگا۔
مصطفیٰ ثابت صاحب نے ایک کار والے کو اشارہ
کیا کہ ہمیں بھی جگہ دے دو۔ وہ کوئی شریف آدمی تھا۔
اس نے کار کھڑی کر لی اور ہمیں قطار میں آنے کی جگہ
دے دی اور وہ ہمارے پیچھے ہو گیا۔ کار پارک کی
فیس ایک ڈالر فی کار تھی۔ مصطفیٰ ثابت صاحب نے
کار پارک والے کو دو ڈالر دیئے۔ اس نے پوچھا "دوسرا
ڈالر کس کے لئے ہے؟" مصطفیٰ ثابت صاحب نے کہا
کہ پچھلی کار والے کے لئے۔ جب وہ آئے تو اسے
بغیر فیس لئے ٹکٹ دے دیا جائے۔ جب اس کی باری
آئی تو ٹکٹ والے نے اسے بغیر پیسوں کے جب ٹکٹ
دیا تو وہ بڑا حیران تھا۔ پوچھا کہ ایسا کیوں ہے تو اس
نے جواب دیا کہ اگلی کار والے تمہاری رقم دے گئے ہیں
اور اس وقت مصطفیٰ صاحب نے بھی اپنی کار میں سے
گردن موڑ کر انہیں اشارہ کیا کہ شکریہ نہ کریں۔ پیسے دے
دیئے گئے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ مصطفیٰ صاحب نے
احسان کا بدلہ چند سیکنڈ میں ہی چکا دیا۔ اسے کہتے
ہیں۔ "ھل جزاء الاحسان الا الاحسان"

غرض سارا دن ہم وہاں رہے پکنک منائی
آبشار دیکھی۔ حضور کی صحبت سے فیضیاب ہوئے
نمازیں بھی حضور کی اقتداء میں ہی میدان میں ادا
کیں۔ کینیڈین لوگ بڑے تعجب سے ہمارے
لوگوں کو رکوع و سجود کرتے دیکھتے رہے۔

عصر کے وقت ہم امریکہ کے شہر "Buffalo"
(بفلو) کے لئے روانہ ہو گئے جو کہ دریا کی دوسری جانب
واقع ہے۔ آدھ گھنٹہ میں ایئرپورٹ پہنچ گئے
ہوائی جہاز کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لئے وہاں
حضور سے باتوں کا زیادہ وقت نہیں ملا اور واپس
ہوئے حضرت اقدس فوراً ہی ایئرپورٹ کے اندر
تشریف لے گئے اور ہم واپس آ گئے۔ تقریباً دس بجے
رات ہم گھر واپس پہنچ گئے شاید آپ سمجھیں کہ دس
بجے بہت رات گئی ہوگی۔ یوں سمجھ لیں۔ سورج
غروب ہوئے ابھی گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ ہی ہوا ہوگا
کہ دس بج چکے تھے۔

ٹورنٹو سے شمال میں Deep River
ایک چھوٹا سا گاؤں ہے کوئی تین سو میل دور ہوگا

یہاں میرے چھوٹے بھائی مسعود ان دنوں نیو کلیر پاور ہاؤس کی ٹریننگ لے رہے تھے یعنی اٹیمی طاقت سے بجلی گھر کیسے چلائے جاتے ہیں۔ میرا جی چاہا کہ انھیں مل کر آؤں۔ ستمبر کا مہینہ تھا۔ خزاں کی آمد آمد تھی۔ ہم صبح آٹھ بجے گھر سے روانہ ہوئے۔ پچیس تیس میل تک ٹورنٹو شہر ہی چلتا ہے جب ہم شہر سے باہر نکلے تو سارے ہی راستے کوئی ویرانی نظر نہ آئی۔ بڑا آباد راستہ تھا۔ ہر چند میل کے فاصلہ پر کوئی نہ کوئی گاؤں قصبہ یا شہر آجاتا تھا۔ سڑک اس قدر عمدہ بنی ہوئی کہ راستے بھر ایک بھی ایسی جگہ نہ آئی جہاں پر کار کو ہچکولے لگتے۔ ہر شہر یا گاؤں کے باہر اس کی آبادی لکھی ہوتی۔ ابھی ہم اس میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ باہر ہی سے تمام سڑکوں اور راستوں کے نقشہ کا پتہ چل جاتا۔ ایک نقشہ ہمارے پاس بھی تھا ایک آدھ جگہ بھول گئے لیکن جلد ہی صحیح راستہ پر آگئے۔ راستہ میں گائیں اور بھیڑیں بھی بعض چراگاہوں میں چرتی دکھیں کہیں کہیں کھیت بھی نظر آئے۔ عام طور پر مکئی کی فصل دیکھنے میں آئی۔ راستہ سبزہ زار تھا۔ ریتلی زمین یا چٹانیں بے آباد جگہ شاذ ہی کہیں نظر آئی۔ یہاں مکئی کو Corn کہتے ہیں اور یہ بڑی کثرت سے کھائی جاتی ہے اس کی کھیلیں بازاروں میں خوب بکتی ہیں۔ میٹھی بھی اور نمکین بھی۔ انھیں Pop Corn کہتے ہیں چھلکی کھیلیں بھی کھائی جاتی ہیں۔ ہم تقریباً نو بجے Deep River پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر مسعود کا

گھر نہ ملے۔ ایک جگہ سے فون کیا۔ اس نے پھر راستہ
بتایا تو ہم گھر پہنچے۔ صرف پانچ ہزار کی آبادی ہے لیکن
اس چھوٹے سے گاؤں میں ہر وہ سہولت موجود تھی جو
بائیس لاکھ کے ٹورنٹو میں مہیا تھی۔ لڑکوں اور لڑکیوں
کے دو دو سکول تھے۔ بجلی۔ پانی۔ گیس۔ ٹیلی فون۔
بنک۔ بڑے بڑے سٹور۔ غرض ہر چیز یہاں پر موجود
تھی۔ یہ گاؤں ایک دریا کے کنارے جس کا نام ہی
"DEEP RIVER" تھا۔ آباد تھا۔ نہایت دلفریب
ندی اور دریا میں کشتیاں چھوٹی بھی بڑی بھی۔ موٹر
بوٹیں بھی سب چل رہی تھیں۔ دریا کے دوسرے کنارے
دوسرا صوبہ شروع ہو جاتا تھا جس کا نام کیوبک تھا
یہ وہ صوبہ ہے جہاں فرانسیسی زبان بولنے والے
لوگ آباد ہیں۔ اس گاؤں میں ایک Atomic
Institute ہے جس میں ایٹم کے بارہ میں
ریسرچ ہوتی ہے ایک ایٹمی عجائب گھر بھی ہے۔
یہاں ہمارے ایک احمدی دوست سے بھی ملاقات
ہوئی جن کا نام ڈاکٹر یوسف صاحب تھا۔ بہت قابل
سائنسدان ہیں۔ مسعود کے دوست ہیں ——
—— آج کل اپنا ذاتی مکان مکمل
کروا رہے تھے۔ مکان کا اکثر حصہ تو مکمل ہو چکا تھا
لیکن باورچی خانہ میں فٹنگ ہو رہی تھی۔ وہاں پر
عجیب قسم کی پلاسٹک کی پلیٹ دیکھی۔ جس پر چار
گول نشان تھے یہ چولہوں کے نشان تھے۔ یہ پلیٹ
ان کے چولہوں پر لگی تھی۔ جب بجلی سے چولہا جلتا
تھا تو صرف نشان والا حصہ گرم ہوتا تھا۔ باقی ساری
پلیٹ ٹھنڈی رہتی تھی۔ ان کی بیگم ایک آئرش لیڈی
تھیں جن کا نام مری تھا۔ یہاں کے لوگ مریم یعنی
مریم کو مری کہتے ہیں
Deep River میں ایک سکول ہے
جہاں ان انجینئرز کو ایٹم بجلی گھروں کو چلانے کی
تربیت دی جاتی تھی جو مختلف شہروں میں کام کر
رہے ہیں۔ اسی سکول میں مسعود بھی ٹریننگ لے
رہے تھے۔ مسعود کی بیگم انگریز خاتون ہیں۔ ان کی
تین بچیاں ہیں ایک بارہ سال کی ایک آٹھ سال کی
اور ایک دو ڈھائی سال کی ہوگی۔ بارہ سال کی بچی نے
مجھے بتایا کہ وہ قرآن کریم کا پانچواں سیپارہ پڑھ
رہی ہے اور منجھلی نے بتایا کہ وہ پہلا پڑھ رہی ہے
میں نے بڑی سے کچھ تھوڑا سا قرآن کریم سنا تو اس
نے نہایت روانی سے سنایا۔ معلوم ہوا کہ روانی کی
وجہ یہ ہے کہ اسے اکثر حصہ حفظ ہے۔
نماز کا وقت ہوا۔ دونوں بچیاں خاموشی
سے اپنے کمرہ میں گئیں اور نماز پڑھ کر واپس آگئیں
رمضان کا مہینہ تھا۔ مسعود اور ان کی اہلیہ دونوں
روزہ سے تھے۔ مجھے دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ
انگریز ماں نے اپنے بچے اس قدر دین سے محبت
کرنے والے بنائے ہیں۔ رات ہم Deep River
ٹھہرے اگلا دن بھی وہیں رہے۔ تقریباً دو بجے واپس
ہوئے۔ مسعود نے تجویز پیش کی کہ ہم اس راستہ
سے واپس نہ جائیں جس راستہ سے ہم آئے تھے
بلکہ ایک ایسے راستے سے جائیں جس میں تقریباً

۔۔۔میل کا جنگل پڑتا تھا۔ ہم چل پڑے۔ جب جنگل شروع ہوا تو نہایت عجیب نظارے دیکھنے میں آئے یہاں عام طور پر درختوں کے پتے خزاں میں زرد نہیں ہوتے بلکہ سرخ ہو جاتے ہیں۔ معمولی سرخ نہیں بلکہ تیز سرخ بعض آتشی گلابی۔ بعض ہلکے گلابی و بعض زرد بھی۔ یہ نظارہ بھی عجیب و غریب تھا۔ جنگل اس قدر گھنا تھا کہ ایک سڑک سے ذرا ہٹ کر قریب جا کر دیکھا تو خیال آیا کہ اگر اس گھنے جنگل میں ایک فرلانگ اندر چلا جاؤں تو واپسی بالکل محال ہو جائے گی۔ کینیڈا میں لکڑی بے شمار ہوتی ہے۔ اکثر ملکوں کو لکڑی برآمد کی جاتی ہے۔ میں نے ٹورنٹو میں لکڑی کی ایک فرم دیکھی تو میں وہاں پر لکڑی کا اتنا بڑا اسٹاک دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا۔ میرے خیال میں صرف ایک فرم کے پاس اتنی لکڑی تھی کہ شاید لاہور کی بیس پچیس بڑی بڑی فرموں کو ملا کر بھی ان کے پاس اتنی لکڑی نہ ہو گی۔

جنگل میں سے گزرتے ہوئے ہم نے آٹھ دس جھیلیں بھی دیکھیں۔ اپنی ایک گزشتہ قسط میں میں یہ بیان کر آیا ہوں کہ ساری دنیا کی جھیلیں ملا کر بھی اتنی جھیلیں نہیں بنتیں جتنی اکیلے کینیڈا میں ہیں۔ اکثر لوگ یہاں پکنک منانے آئے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ اپنی کشتیاں ساتھ لے آتے ہیں اور ان میں سیر کرتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں اور چھٹی کا دن وہاں گزارتے ہیں۔

جنگل جب ختم ہو گیا تو راستے میں ایک ریسٹوران میں جا کر کچھ کھایا پیا۔ اور پھر واپس چل پڑے اور رات کے تقریباً ۹ بجے واپس گھر پہنچ گئے۔

یہاں پر میں اگرچہ کسی بڑے ہوٹل یا ریسٹوران میں تو نہیں گیا البتہ ایک چھوٹے سے ریسٹوران میں جانے کا اتفاق ہوا اسے PONDERANA کہتے تھے۔ یعنی دیہاتی ریسٹوران۔ اچھا دیہاتی قہوہ خانہ تھا۔ ہمارے اچھے اچھے ہوٹلوں سے کم نہ تھا۔ ہم ہوٹل کے اندر داخل ہوئے۔ سامنے بورڈ پر کھانوں کی فہرست اور ان کی قیمتیں لگی تھیں۔ ہم سیدھے کاؤنٹر پر چلے گئے۔ میرے ساتھ وحید اور ان کی بیگم تھیں۔ ہم نے اپنی اپنی پلیٹ اٹھائی۔ کاؤنٹر پر چار لڑکیاں کھڑی تھیں۔ ایک کو

ہم نے اپنی پلیٹ دی تو اس نے اس میں سلاد سے
فرنی اور چٹنی رکھ دی۔ دوسری کے پاس گئے تو اس
نے کیک، پیسٹری اور کچھ میٹھا رکھ دیا۔ تیسری کو پلیٹ
دی اس نے جوس کا گلاس رکھ دیا۔ چوتھی کو ہم نے
پیسے ادا کئے اور ہم اپنی میز پر آ گئے۔ تھوڑی دیر
کے بعد ایک لڑکی ہمارے لئے چائے کی پیالی لے کر آ گئی
ساتھ ہی کافی تھی۔ اس کھانے کو وہاں سنیک
[illegible] کہتے ہیں۔ یہ گذشتہ کا بہترین
حصہ ہوتا ہے۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر ہم باہر
آ گئے۔ ہم چار آدمیوں کا بل غالباً دس ڈالر کا تھا
جو نہایت سستا تھا۔

سردی کی آمد آمد تھی لیکن موسم پھر بھی بڑا
خوشگوار تھا باہر نکلتے تھے تو ٹھنڈی تیز ہوا چلتی
تھی۔ ایک دن کچھ بادل چھائے ہوئے تھے ہم
خریداری کے لئے شہر گئے۔ ایک بہت بڑے سٹور
میں چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد منیجر میرے پاس آیا
اور مجھے باہر لے گیا۔ دیکھا تو برف باری ہو رہی تھی
نہایت ہی دلکش منظر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
لاکھوں شہد کی مکھیاں چھتا چھوڑ کر نکل رہی ہیں
تقریباً چالیس برس کے بعد برف گرتی دیکھی۔ ہمیں
پہلے ۱۹۳۵ء میں شملہ کے پہاڑوں پر چند مہینے
گزارنے کا اتفاق ہوا تھا تو برف گرنے کا سماں دیکھا
تھا۔ ایک دن پھر اسی طرح ہم شہر جا رہے تھے کہ راستے
میں برف باری شروع ہو گئی۔

واپسی کا وقت قریب آ رہا تھا۔ ہم نے
ایک ٹکٹ بی ایجنٹ سے ہی سیٹ بک کرائی۔ ۲۶ر
اکتوبر کا دن تھا شام کو چھ بجے جہاز نے پرواز کرنا
تھا۔ وقت پر ائیرپورٹ پہنچ گئے۔ ضابطہ کی کارروائی
مکمل کی اور سیدھے اندر جہاز میں پہنچے۔ جہاز روانہ
ہوا۔ نیویارک اُترے وہاں سے پی آئی اے کے جہاز
میں بیٹھ کر کراچی پہنچے اور وہاں سے چند گھنٹے
انتظار کے بعد لاہور پہنچ گئے۔

ٹورنٹو سے نیویارک اور نیویارک سے کراچی
اور پھر لاہور، کیسا سفر رہا۔ کئی دلچسپ وارداتیں
گذر گئیں مگر خوفِ طوالت دامنگیر ہے۔

تو بچو ——— !

خدا حافظ ——— !!

آپ کا بھائی ——— اور

ہمارا بھی ———

مرکزی سالانہ امتحانات اطفال:
اطفال الاحمدیہ کے مرکزی سالانہ امتحانات (ستارہ اطفال، ہلال اطفال، قمر اطفال، بدر اطفال) ۲۶ مئی یا ۲ جون کو منعقد ہو رہے ہیں۔ قائدین کرام و ناظمین اطفال سے گزارش ہے کہ وہ اطفال کو ان امتحانات کی ابھی سے تیاری کروا دیں!

(سیکرٹری تعلیم مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

اخبارِ مجالس

سیرۃ النبیؐ کے جلسے اور تربیتی کلاسز

● ۲۰ فروری ۱۹۷۸ء کی صبح مجلس ضلع کراچی کے زیرِ انتظام تین جلسے ہوئے۔ مجلس ناظم آباد میں صبح ۱۰ بجے جلسہ زیرِ صدارت محترم شریف بانی صاحب ہوا جس میں محترم مولوی عبدالسلام صاحب طاہر مربی سلسلہ نے سیرتِ طیبہ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ مجلس صدر کراچی کے زیرِ اہتمام صبح ۱۰ بجے ایک جلسہ احمدیہ ہال میں محترم چوہدری مختار احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کی صدارت میں ہوا۔ مجلس سوسائٹی کے زیرِ اہتمام ۱۹ فروری کو جلسہ سیرۃ النبیؐ زیرِ صدارت مولوی عطاء الرحمٰن صاحب صدر حلقہ سوسائٹی ہوا۔

● ۲۰ فروری ۱۹۷۸ء کو بعد نماز عشاء مجلس خدام الاحمدیہ کرونڈی نے جلسہ سیرۃ النبیؐ کا انعقاد کیا۔ صدارت کے فرائض سیٹھ منظور احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ نے ادا کیے۔ اس جلسہ میں امرگڑھ کی چھ مجالس کے خدام نے بھی شرکت کی۔ جن کی کل حاضری ۱۵۰ تھی۔ ۲۲ فروری کو بعد نماز عشاء قیادت گوٹھ مولوی عبدالسلام عمر کے زیرِ اہتمام جلسہ سیرۃ النبیؐ منعقد ہوا۔

● مجلس خدام الاحمدیہ دستوعہ ضلع گجرات کے زیرِ اہتمام مؤرخہ ۱۲ جنوری کو قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کی صدارت میں جلسہ سیرۃ النبیؐ منعقد ہوا جس میں ۱۸ خدام، ۱۲ انصار اور ۱۵ اطفال کے علاوہ لجنات نے بھی شرکت کی۔ اس میں سیرت النبیؐ پر مختلف تقاریر ہوئیں اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام بھی پڑھا گیا۔ جلسہ کے اختتام پر مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

● قیادت ضلع لاڑکانہ کے زیرِ انتظام مستن بارہ میں ۲۵-۲۶ نومبر ۱۹۷۷ء کو ایک تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ اس میں مولانا غلام احمد صاحب فرخ، مکرم مولوی محمد عمر صاحب شاہد اور مولوی عبدالقدیر صاحب فیاض نے درس قرآن و حدیث و مشعلِ راہ دیا اور علمی و تربیتی تقاریر کیں۔ نماز تہجد کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس کلاس میں ضلع لاڑکانہ کی چھ مجالس کے خدام نے کثرت سے شرکت کی۔

● ۱۱ دسمبر ۱۹۷۷ء کو مجلس خدام الاحمدیہ دارشیس کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا جس میں مکرم مولوی محمد حنیف صاحب ...

اور مکرم صالح محمد خان صاحب مبلغین مدرسین کے علاوہ عزیز تیجو صاحب، نفیر اللہ تجن صاحب، محمد موسیٰ تیجو صاحب ڈاکٹر محمد اسحاق جواہر صاحب اور مولوی ابوبکر صاحب نے تقاریر کیں۔ اس کلاس کے دوران خدام کے عام معلومات، تقاریر اور مضمون نویسی کے مقابلے بھی ہوئے۔ آخری اجلاس میں ایک دلچسپ مجلس سوال و جواب ہوئی۔ امتیاز حاصل کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے گئے۔

- ۲۰ جنوری ۱۹۷۸ء بعد نماز جمعہ مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کا ماہانہ اجلاس مکرم خان عبد القدوس صاحب امیر جماعت احمدیہ کی زیر صدارت ہوا جس میں مکرم ساجد احمد صاحب، قائد مقامی، محترم مولانا چراغ الدین صاحب مربی سلسلہ اور محترم محمد سعید احمد صاحب نے تقاریر کیں اور آخر میں صدر اجلاس نے صدارتی خطاب کیا۔ بعد دعا کے ساتھ اس کا اختتام کیا۔
- ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کو قیادت لاٹھیانوالہ ضلع فیصل آباد نے ماہانہ اجلاس منعقد کیا۔ جس میں ۱۶ خدام اور ۵ اطفال نے شرکت کی۔ اس میں مکرم عبد الرزاق صاحب اور قائد مجلس اور مکرم حکیم رحیم بخش صاحب نے تقاریر کیں

مثالی وقار عمل

ماہ جنوری میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام مثالی وقار عمل منائے گئے۔ موصولہ رپورٹس کا خلاصہ پیش ہے:-

- ۲۰ جنوری ۱۹۷۸ء قیادت کنری سندھ نے مثالی وقار عمل پروگرام کے مطابق گڑھ منڈی روڈ پر ۵۰ منٹ تک وقار عمل کر کے سڑک پر پڑے ہوئے گڑھوں کو پُر کیا۔ اس میں ۱۸ خدام و اطفال شامل ہوئے۔
- مجلس خدام الاحمدیہ بہاولپور نے ۲۰ جنوری کو بیت الذکر احمدیہ مشن ہاؤس سے ملحقہ چھ کنال کے پلاٹ میں وقار عمل کر کے اس کی صفائی کی اور اسے چھوٹے چھوٹے پلاٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اس میں ۲۰ خدام، ۳ انصار اور ۵ اطفال شامل ہوئے۔

● ۲۰ر جنوری کو قیادت دارالفضل۔ فیصل آباد کے زیر اہتمام وقار عمل منایا گیا جس میں ۵۴ خدام ۱۵ اطفال اور ۵ انصار نے ۲½ گھنٹے تک کام کیا۔ سول ہسپتال کی شمالی مغربی جانب ایک نالے کے پل کی تعمیر کی۔

● ۲۰ر جنوری کو مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی نے ایک مثالی اجتماعی وقار عمل کیا۔ وقار عمل صبح ۹½ بجے شروع ہوا اور ۱۲½ تک جاری رہا۔ اس دوران ۶۰ خدام، ۵ انصار اور ۵۵ اطفال نے مسجد محمود ڈرگ روڈ کی گلی میں سے پتھر باہر پھینکے۔ ۷۵۰۰ تگاری اور ۲۰۰ ٹرالی مٹی ڈالی اور ۱۵۰ گز لمبی اور ۶ گز چوڑی گلی کو ہموار کیا۔ اس وقار عمل میں ۲۵ غیر از جماعت احباب نے بھی شرکت کی۔

● مجلس خدام الاحمدیہ ملیر کراچی کے زیر اہتمام ماڈل کالونی کراچی میں ۲۳ر نومبر ۱۹۷۷ء کو ایک مثالی وقار عمل منعقد ہوا جس میں ۴۲ خدام۔ ۱۸ اطفال اور چند انصار نے صبح ۷ بجے سے ۱۲ بجے تک کام کیا اور چار چار سو مربع گز کے دو پلاٹوں کی صفائی کی۔ وقار عمل کے اختتام پر دعا سے قبل حاضر احباب کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی۔

● مجلس چک نمبر ۸۲ ج ب سرشمیر روڈ میں ۲۰ر جنوری کو مسجد کی صفائی کی گئی۔ چھ خدام شریک ہوئے۔

● مجلس ۹۶ گ ب فیصل آباد میں ۱۵ر فروری کو ۱۰ خدام، ۱۰ اطفال اور ایک انصار نے گاؤں کے قریب پکی سڑک کے نزدیک ڈھائی گھنٹے تک وقار عمل کیا۔

● مجلس گنڈا سنگھ والا فیصل آباد میں ۲۱ر جنوری کو ۱۰ خدام ۴ اطفال اور ایک انصار کے علاوہ ۳ غیر از جماعت دوستوں نے مسجد سے باہر چوک میں ایک گٹر پر کام کیا۔ اور ایک گھنٹہ وقار عمل کیا۔

● ۲۰ر جنوری کو مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی صدر کے ۲۶ خدام ۷ اطفال اور ۲ انصار نے بستی غریب آباد میں وقار عمل کیا۔ بستی کو جانے والی گلی اور سڑک کے درمیان جو گلی ہے ۷ فٹ اونچی تھی سیڑھیاں بنائیں۔ تقریباً ساڑھے ۳ گھنٹے کام کیا گیا۔

● مجلس سرگودھا چھاؤنی میں مورخہ ۲۰ جنوری کو ۱۸ خدام اور ۱۲ اطفال نے حلقہ نمبر ۲ کی زیر تعمیر مسجد میں ایک بیم ڈالا جو ۳۴ فٹ لمبا ۱۵ انچ چوڑا اور دو فٹ اونچا تھا۔ وقار عمل چھ گھنٹے جاری رہا۔

● مجلس اصل گرد کے وچھا ہمن میں مورخہ ۲۰ جنوری کو دونوں مجالس کے ۹ خدام اور ۳ اطفال نے ایک سڑک پر مٹی ڈال کر اسے ہموار کیا۔ وقار عمل ڈھائی گھنٹے جاری رہا۔

● ۲۳ جنوری کو مجلس کرونڈی ضلع خیرپور میں تقریباً ۹۰ فیصدی خدام اور اطفال نے مسجد احمدیہ کے لیے خود بنوائی گئی اینٹوں کو بھٹے سے نکال کر وقار عمل کیا۔

● مرالہ تحصیل پھالیہ میں مجلس نے وقار عمل کے دوران ایک گلی میں مٹی ڈالی اور ایک نالی بنائی۔ ۱۴ خدام اور دو انصار نے شرکت کی۔

● کوٹ مومن میں وقار عمل کیا گیا اور مسجد کی صفائی کی گئی۔

● دودہ ضلع سرگودھا میں ۲۰ جنوری کو ۴ خدام ۶ اطفال اور ایک انصار نے مسجد میں بھرتی ڈالی اور اس کے ارد گرد صفائی کی۔ نیز درختوں اور پودوں کو پانی دیا گیا۔

○

Shahadat 1357 H.S.—April 1978

Regd. No. L5830

Monthly

Rabwah

Editor : HAFIZ MUZAFFAR AHMAD

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے ہمراہ

(یہ فوٹو ۱۶ر نومبر ۱۹۷۷ء کو لاہور میں حضور کی تشریف آوری پر لی گئی ۔)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا